نائٹروجنی کھادوں میں ببر شیر یوریا کا مقام

ببر شیر یوریا کی خصوصیات

- ہر قسم کی فصلوں کے لئے کارآمد۔ گندم، چاول، مکئی، کماد، تمباکو، کپاس اور ہر قسم کی سبزیات، چارہ اور پھلوں کے لئے یکساں مفید ہے۔
- اس میں نائٹروجن ۴۶ فیصد ہے جو باقی تمام نائٹروجنی کھادوں سے فزوں تر ہے۔ یہ خوبی اس کی قیمت خرید اور باربرداری کے اخراجات کو کم سے کم کر دیتی ہے۔
- دانہ دار (پرلز) شکل میں دستیاب ہے جو کھیت میں چھٹہ دینے کے لئے نہایت موزوں ہے۔
- فاسفورس اور پوٹاش کی کھادوں کے ساتھ ملا کر چھٹہ دینے کے لئے نہایت موزوں ہے۔
- ملک کی ہر منڈی اور بیشتر مواضعات میں داؤد ڈیلروں سے دستیاب ہے۔

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماھنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد ۲۰
شمارہ ۱۱

صفر ۱۴۱۳ھ
اگست ۱۹۹۲ء

بانی
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر معاون : عبدالقیوم حقانی

مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم : شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱ / ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۲۹

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۶۰/- روپے فی پرچہ ۶/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۸/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/- پونڈ
سمیع الحق استاذ دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

نقش آغاز

○ اللہ تمہیں احمقوں کی حکومت سے بچالے (حضورؐ کا ارشاد)
○ افغانستان کی افسوسناک صورت حال ——

اگست کے آخری عشرہ میں وزیر مملکت برائے خزانہ واقتصادی امور سردار آصف احمد علی نے پھر سے اپنے آقایان ولی نعمت کا حق نمک ادا کرتے ہوئے یہ بیان داغ دیا کہ

"چونکہ حکومت کے پاس سود کا متبادل نظام نہیں اس لیے آئینی ترمیم کے ذریعہ شریعت کورٹ کے اختیارات کم کر دیئے جائیں گے اور اگر سپریم کورٹ نے فوری طور پر حکومت کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے شریعت کورٹ کا حکم برقرار رکھا تو شریعت کورٹ کے فیصلے دینے کے اختیارات ختم کر کے صرف سفارشات دینے تک محدود کر دیئے جائیں گے جنہیں حکومت ماننے یا مسترد کر دے"

سردار آصف کے یہ بیانات حیرت انگیز تو نہیں البتہ صدمہ انگیز اور اشتعال انگیز ضرور ہیں ایسے حالات میں جب قرآن وسنت کے نظام کے نفاذ کے وعدے اور دعوے کرنے والی حکومت (بیانات کی حد تک) نفاذ اسلام کی پیش رفت پر اصرار کر رہی ہے وزیر اعظم بظاہر قرآن وسنت کو سپریم لاء قرار دینے کے لیے آئین میں ترمیم لانے کا عندیہ بھی ظاہر کر چکے ہیں سردار آصف کے یہ بیانات کھلی ڈھٹائی، ڈھیٹ بے حیائی، ملکی نظریاتی اساس اور دستور سے علی الاعلان سرکشی ہے جن میں بے ہودگی، لچر، بازاری پن اور خدا ورسولؐ کے ساتھ اعلان جنگ کی فرسودہ حرکت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

سردار آصف کے ان بیانات کے آئینے میں حکومت اور حکمرانوں کا اصل چہرہ، حقیقی نیت اور ارادے بے نقاب نظر آتے ہیں اگر وزیر اعظم واقعۃً اسلام پسند قرآن وسنت کے نظام کے دلدادہ اور گستاخان رسول کو قطعی سزا دلانے میں مخلص ہیں تو انہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور قطعی ہدایات کے ساتھ استہزاء کرنے والے وزیروں کے بارے میں "ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم" والا معاملہ ترک کرنا ہوگا اور جرأت کے ساتھ تہذیب مغرب کے ایسے متعفن انڈوں کو اپنی کابینہ سے باہر پھینک کر ملک کی خالص دینی اور پاکیزہ فضا کو ان کی سڑاند اور بدبو سے نجات دلانی ہوگی۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ محض مطالبوں قرار دادوں اور اپیلوں سے حکمرانوں کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی اور لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ تاہم مسلمانوں کو ارکان پارلیمنٹ اور کابینہ سمیت صدر اور وزیر اعظم سے یہ پوچھنے

کا حق حاصل ہے کہ کیا تم نے الیکشن میں مینڈیٹ اس مقصد کے لیے حاصل کیا تھا جس کی ترویج و تشہیر بقول مولانا سمیع الحق "سردار آصف کی بکواس" سے کی جارہی ہے۔ وزیر اعظم جواب دیں کہ کیا وہ اسلامی جمہوری اتحاد (اور اب مسلم لیگ) کے پرچم تلے ایسا اسلامی معاشرہ اور ایسا نظام معیشت برپا کرنا چاہتے ہیں جس میں اسلامی عدالتوں اور احکام شریعت پر بھی ہاتھ صاف کیا جا رہا ہے ——— ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ یہ سب انتہائی شرمناک ہے اور ڈوب مرنے کے لیے کافی ہے پاکستان کے تمام مسلمان قرآن و سنت پر یقین رکھتے ہیں اور ربا کی قطعی حرمت کے قائل ہیں۔

ملک کے تمام مسلمان شہریوں کا استحقاق اور مملکت کی نظریاتی اساس کا بہرحال تقاضا یہ ہے کہ قرآن و سنت کے قطعی عقائد و احکام کے ساتھ اس طرح سرعام مضحکہ کر کے مسلمانوں کو اشتعال میں لانے کا مذموم سلسلہ بند ہو جانا چاہیے اگر حکومت نے اپنے وزیر مال کی یہ مذموم حرکتیں بند نہ کیں اور ان کے اطوار درست نہ کیے تو مسلمان قرآن و سنت کے نصوص اور قطعیات کی اس طرح پامالی برداشت نہیں کر سکیں گے اور وہ حکومت کے خلاف راست اقدام پر مجبور ہوں گے۔ پیغمبر انقلاب کا یہ ارشاد جب ان کے سامنے ہو تو انقلاب کی منزل بھی قریب تر نظر آتی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عجرہ سے فرمایا کہ "اللہ تمہیں سفہاء کی حکومت سے بچائے۔ حضرت کعب نے پوچھا سفہاء کی حکومت کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ میرے بعد ایسے امراء اور حکام ہوں گے جو میری ہدایت پر عمل پیرا نہ ہوں گے اور نہ میرے اسوہ پر چلیں گے پس جن لوگوں نے ان کے جھوٹ کی تائید اور تصدیق کی ان کے ظلم و جور میں ان کا ساتھ دیا ان کا مجھ سے اور میرا ان سے کوئی تعلق نہیں اور نہ وہ حوض کوثر پہ میرے پاس آسکیں گے اور جن لوگوں نے ان کے جھوٹ کی تصدیق کی اور نہ ظلم و جور میں ان کی حمایت کی وہی لوگ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں اور وہی حوض کوثر پہ میرے پاس آئیں گے۔

افغانستان میں کابل حکومت اور حزب اسلامی کے درمیانی اختلافات نے شدت اختیار کر لی ہے اب جنگ یہاں آپہنچی ہے دارالحکومت میزائلوں کی زد میں ہے مہاجرین کی آمد کا سلسلہ پھر سے شروع ہو گیا ہے کابل طوائف الملوکی کا نقشہ پیش کر رہا ہے چند افراد کی ہوس اقتدار یا محض عاقبت نا اندیشی اور عجلت پسندی سے چودہ سالہ جہاد بھی دنیا کے لیے شدہ استہزاء بن کر رہ گیا ہے۔ (فانا للہ وانا الیہ راجعون)

اگر خدانخواستہ افغانستان میں امریکی یہودی بھارتی اور اسرائیلی سازشیں کامیاب ہو جاتی ہیں اور وہاں اسلامی نظام حکومت کے قیام کی مساعی کو تاراج کر دیا جاتا ہے تو پھر دنیائے انسانیت میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تمام جدوجہد، آزادی اور اسلامی انقلاب کی تمام تحریکوں کو آسانی سے دبوچ کر دفن کر دیئے جانے کا کام بھی آسان ہو جائے گا۔

عالم اسلام بالخصوص حکومت پاکستان اور ان تمام مذہبی و دینی جماعتوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ آگے بڑھیں،

فریقین کے سامنے ہاتھ جوڑیں، ان کا ہاتھ پکڑیں متحارب فریقین پر اپنا اخلاقی دباؤ ڈالیں اور ان سے رابطہ کریں تو اس سے ان کے وقار میں اضافہ ہوگا اگر خدانخواستہ افغانستان میں جھگڑا بڑھا تو پاکستان کی سرزمین میں بھی افراتفری اور اضطراب پیدا ہو سکتا ہے مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اس سلسلہ میں اپنی مساعی تیز تر کر دی ہیں۔

افغانستان کی تمام تنظیموں میں موجود فضلاء کے ذریعہ عملاً صلح وصفائی، وفود کی ترتیب اور باہمی اعتماد و اتحاد کی فضا قائم کرنے کے لیے بحمد اللہ کامیاب پیش رفت ہوئی ہے ذاتی اور جماعتی طور پر حکومت پاکستان سمیت کابل حکومت کے ذمہ داروں، افغان قیادت کے راہنماؤں، سعودی سفیر، رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری اور گلبدین حکمت یار سے رابطے، مذاکرات، مشاورت، تبادلہ خیال اور مثبت تجاویز اور ممکنہ لائحہ عمل اور جنگ بندی کی منصوبہ بندی پر بھی بحمد اللہ کامیاب پیش رفت جاری ہے۔

خدا کرے کہ پرچہ قارئین تک پہنچے تو افغانستان میں دارالعلوم کے مہتمم سمیت خیر کی تمام قوتیں آگ اور خون کا یہ کھیل ختم کرانے میں کامیاب ہو چکی ہوں۔ اب بھی وقت ہے کہ طالع آزمائی اور آگ اور خون کا راستہ ترک کر دیا جائے اور باہمی تعاون سے ملک کی تعمیر نو، امن و امان کی بحالی اور نفاذ شریعت پر توجہ مرکوز کر دینی چاہیئے۔ اگر خدانخواستہ اب بھی ایسا نہ ہوا تو خدا نہ کرے چودہ سالہ جہاد اور بے پناہ قربانیوں کے ثمرات ضائع ہو جائیں اور افغان قوم کی حالت قرآن کے الفاظ میں التی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا۔ اس بڑھیا کی طرح ہو جائے جس نے بڑی محنت سے سوت کاتا اور پھر خود ہی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

عبدالقیوم حقانی

مولانا محمد طاسین مدظلہ
صدر مجلس علمی کراچی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی
سیاسی زندگی

سرور کائنات فخر موجودات سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے سیاسی پہلو پر کچھ روشنی ڈالنا اس مقالے کا مقصد ہے لیکن اصل مقصود سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ لفظ سیاست کے معنی و مطلب کے متعلق مختصر طور پر کچھ عرض کردیا جائے۔

لفظ سیاست عربی زبان کا لفظ ہے عربی کی مستند ڈکشنریوں جیسے لسان العرب اور تاج العروس وغیرہ میں اس کے متعلق جو لکھا گیا ہے وہ یہ کہ لفظ سیاست سَاسَ یَسُوْسُ کا مصدر ہے اور اس کے معنی ہیں "اَلْقِیَامُ عَلَی الشَّیْءِ بِمَا یُصْلِحُہٗ" کسی شے کی اصلاح کے لئے ایسی تدابیر عمل میں لانا جن سے اس کی صلاح و درستی ہو سکتی ہو۔ پھر آگے اس کی مزید وضاحت کے لئے لکھا ہے۔ اَلسِّیَاسَۃُ فعل السائس وھو من یقوم علی الدواب ویروضہا ویؤدّبہا۔

ترجمہ:- سیاست نام ہے سائس کے فعل کا اور سائس وہ شخص ہے جو جانوروں کی دیکھ بھال کرتا ان کو مشق کراتا اور ادب سکھاتا ہے۔ بالفاظ سائیس کا وہ طرز عمل جو وہ گھوڑے کو سدھانے سکھانے اور سواری کے قابل بنانے کے لئے اختیار کرتا ہے سیاست ہے۔ میں سمجھتا ہوں سیاست کا مفہوم و مطلب سمجھنے سمجھانے کے لئے سائیس کا طرز عمل اور طریق کار ایک بہترین مثال ہے جو وہ ایک سرکش بچھیرے کو سدھانے مسخر کرنے اور سواری کے قابل بنانے کے لئے اختیار کرتا ہے جاننے والے جانتے ہیں کہ شروع میں بچھیرے کی پشت پر ہاتھ رکھنے سے بھی وہ بدکتا اچھلتا اور بھاگتا ہے لیکن جب سائیس مختلف تدبیروں اور طریقوں سے اس کو مشق کراتا تو وہ بتدریج ٹھیک ہوجاتا اور سواری کے قابل بن جاتا ہے۔ علماء لغت نے سائیس کے مذکورہ طرز عمل کو سیاست سے تعبیر فرمایا ہے۔

اسی مناسبت سے ان تدابیر کو بھی سیاست کہا گیا ہے۔ جن کو اختیار کرنے اور عمل میں لانے سے ایک سرکش دشمن بالآخر زیر ہو جاتا اور عداوت چھوڑ کر دوست بن جاتا ہے۔ اسی طرح ان تدابیر اور طور طریقوں کو بھی سیاست سے تعبیر کیا گیا ہے جو ایک سلطان اور والی رعایا کی خیر و بھلائی اور فلاح کے لئے اختیار کرتا اور عمل میں لاتا ہے۔ آج عموماً سیاست سے یہی مراد لیا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ علماء لغت نے اپنی کتابوں میں سیاست کے معنی ومطلب اور اس کے مختلف استعمالات واطلاقات کے متعلق جو لکھا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا کہ لفظ سیاست کے دو معنی اور مطلب ہیں ایک عام اور دوسرا خاص عام معنی ومطلب یہ کہ کسی بگڑی ہوئی چیز کی اصلاح ودرستگی کے لئے ایسی تدابیر عمل میں لانا جن سے اس کا بگاڑ دور ہو کر اس کی صلاح درستی ہو جاتی ہو خواہ وہ بگڑی ہوئی چیز کوئی جانور ہو یا کوئی ایک انسان ہو یا قوم اور معاشرہ ہو ۔ اور سیاست کا خاص معنی ومطلب وہ تدابیر اور طور طریقے ہیں جو حکمران اپنی رعایا کی صلاح وفلاح کے لئے اختیار کرتا اور عمل میں لاتا ہے خواہ ان کا تعلق اجتماعی نظم ونسق سے ہو یا قانون سازی اور عدل گستری سے ہو یا داخلی وخارجی امن وامان اور جنگ وصلح سے ہو یا قوانین کی عملی تطبیق وتنفیذ سے ہو اس دوسرے معنی ومطلب کو سیاست کا اصطلاحی معنی ومطلب بھی کہہ سکتے ہیں۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حیات طیبہ اور سیرت مقدسہ میں سیاست کا عام معنی صاف طور پر نظر آتا ہے اور خاص معنی ومطلب بھی واضح طور پر دکھائی دیتا ہے ۔ اس کی کچھ تفصیل پیش کرنے سے پہلے یہ عرض کردینا بھی مناسب اور مفید سمجھتا ہوں کہ جہاں تک قرآن مجید کا تعلق ہے اس کے اندر لفظ سیاست کہیں کسی شکل میں بھی استعمال نہیں ہوا البتہ بعض احادیث نبویہ میں اس کا استعمال ضرور ملتا ہے صحیح البخاری کی ایک حدیث کے الفاظ ہیں ۔ کَانَ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ یَسُوْسُھُمْ اَنْبِیَآءُ ھُمْ ۔ ترجمہ :۔ بنی اسرائیل کی سیاست ان کے نبی کیا کرتے تھے ۔اس کا مطلب جیسا کہ خود قرآن مجید سے ظاہر ہوتا ہے یہ کہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے بعض نبی ہونے کے ساتھ ساتھ ملک اور بادشاہ بھی تھے جیسے حضرت داود علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام چنانچہ وہ قوم کی روحانی دینی اور اخلاقی اصلاح کے ساتھ ساتھ اس کی دنیوی اور مادی اصلاح بھی فرماتے تھے اسی چیز کو حدیث مذکور میں سیاست سے تعبیر فرمایا گیا ہے علاوہ ازیں مسند احمد کی تین روایتوں میں بھی لفظ سیاست کا ماضی اور مضارع کے صیغوں سے استعمال ہوا ہے لیکن اس کا تعلق گھوڑے کی دیکھ بھال اور خبر گیری سے ہے انسانوں کی سیاست سے نہیں لیکن یہاں یہ ضرور واضح رہے کہ قرآن مجید میں اگرچہ لفظ سیاست کا کہیں ذکر نہیں ہوا البتہ اس کے اندر جو لفظ حکمت بہت سی آیات میں ذکر اور استعمال ہوا ہے اس کے وسیع اور متعدد معنوں میں لفظ سیاست کا معنی بھی داخل ہے. گویا لفظ حکمت اپنے معنوں میں سیاست کے معنی کو بھی لئے ہوئے ہے قرآن مجید کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ (الآیۃ) اور اللہ نے آپ پر کتاب نازل فرمائی اور حکمت ایک اور آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فرائض منصبی بیان فرمائے گے ان میں کتاب کی تعلیم کے ساتھ حکمت کی تعلیم بھی ہے۔ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ ایک اور آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ (الآیۃ) اپنے رب کے راستہ کیطرف لوگوں کو بلایئے حکمت کے ساتھ ان قرآنی آیات کے بموجب بلاشک پیغمبر اسلام صلی علیہ وسلم نے مسلمانوں

کو حکمت کی تعلیم بھی دی اور ان کو اللہ کے دین کی طرف حکمت کے ساتھ بلایا بھی ۔ لہٰذا پوری توجہ کے ساتھ یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جس حکمت کی تعلیم دی اور جس حکمت کے ساتھ دعوت دین کا فریضہ انجام دیا وہ حکمت کیا ہے تاکہ ہم اس حکمت کو ملحوظ رکھتے اور اس کے مطابق فریضہ دعوت و تبلیغ انجام دینے کی سعادت حاصل کر سکیں یہاں اس وقت میرا اصل مقصد حکمت کے وسیع معنی و مفہوم پر بحث کرنا نہیں اگر چہ کچھ باتیں اس کے متعلق آگے عرض کی جائیں گی یہاں جو عرض کرنا مقصود ہے وہ یہ کہ حکمت کے اندر سیاست کے معنی بھی موجود ہیں لہٰذا قرآن حکیم ______ کے اندر حکمت کے ضمن میں سیاست کا ذکر بھی معنوی طور پر موجود ہے ۔ وہ اس طرح کہ حکمت کا وسیع اور جامع مفہوم ہے وہ دانشمندانہ تدابیر اور طور طریقے جن کے اختیار کرنے سے مطلوبہ مقصد میں کامیابی کا حصول یقینی ہو خواہ وہ مقصد کسی بگڑی ہوئی چیز کو درست و ٹھیک کرنا ہو یا کسی صحیح صالح چیز کو ترقی و عروج سے ہمکنار کرنا اور فساد و بگاڑ سے بچانا اور محفوظ رکھنا ہو ۔ اور چونکہ سیاست میں بھی مقصود کسی بگڑی ہوئی چیز کی مختلف تدابیر سے اصلاح کرنا ہوتا ہے لہٰذا وہ حکمت کی مذکورہ تعریف میں آجاتی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں ہمارے ہاں طبیب کو حکیم کہنے کی بھی وجہ یہی ہے کہ وہ مریض کی صحت و تندرستی کی خاطر مختلف حالات کی مناسبت سے علاج کی مختلف تدابیر اختیار کرتا ہے جو وہ اپنی سمجھ و عقل کے مطابق ضروری خیال کرتا ہے لہٰذا ایک طبیب حاذق کے طرز عمل کو جو وہ علاج کے سلسلہ میں مریض کے متعلق اختیار کرتا اور روبکار لاتا ہے سیاست سے تعبیر کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس پر سیاست کی تعریف صادق آتی ہے۔

سیاست کے معنی و مطلب کے متعلق جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ہمیں سیاست اپنے کامل معنوں میں جلوہ گر نظر آتی ہے عام معنی و مطلب کے لحاظ سے بھی اور خاص معنی و مطلب کے اعتبار سے بھی۔

سیاست کا عام معنی و مطلب جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا یہ کہ کسی بگڑی ہوئی چیز کی اصلاح و درستگی کے لئے ایسی تدابیر اختیار کرنا اور عمل میں لانا جن سے اس کا بگاڑ دور ہو کر اس کی اصلاح و درستی ہو جاسکتی ہو یہ سیاست حیات طیبہ اور سیرت مقدسہ میں اپنی اعلیٰ ترین صورت سے اس طویل جدوجہد میں نظر آتی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عرب معاشرے کی اصلاح کے سلسلہ میں مسلسل تیئیس سال تک فرمائی اور پھر اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کامیابی نصیب ہوئی جس کی دنیا میں کہیں کوئی مثال اور نظیر نہیں ملتی یہی وجہ ہے کہ "دنیا کے سو بڑے انسان" کتاب میں مائیکل ہارٹ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مشن میں سب سے زیادہ کامیاب ہونے والا نمبر اول پر لکھا ہے ۔

اس عظیم اور بیمثال کامیابی میں جن دو چیزوں کا دخل تھا ان میں سے ایک قرآن مجید اور دوسری وہ حکمت اور سیاست جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی تعلیمات کے مطابق معاشرے کی اصلاح کے کام میں

اختیار فرمائی یعنی جس کو ملحوظ ومدنظر رکھتے ہوئے قرآنی نظام ہدایت کے ذریعے اپنے بگڑے ہوئے عرب معاشرے کی اصلاح فرمائی اس حکمت وشرعی سیاست کو بجا طور پر سنت رسول اللہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

اپنے عرب ومعاشرے کی اصلاح کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عظیم کارنامہ انجام دیا اس کی عظمت واہمیت کا صحیح اندازہ اس وقت ہو سکتا ہے جب ایک طرف وہ عرب معاشرہ چشم تصور کے سامنے ہو جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور جس کی اصلاح کے عظیم اور مشکل ترین کام پر آپ کو مامور کیا گیا۔ اور دوسری طرف وہ صالح معاشرہ ذہن میں ہو جس کے مطابق اس عرب معاشرے کو تبدیل کرنا مقصود تھا۔

اس کی کچھ تفصیل یہ ہے کہ جس عرب معاشرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی وہ حددرجہ بگڑا ہوا اور نہایت ہی فاسد معاشرہ تھا بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ یہ عرب معاشرہ اس مجوزہ صالح اسلامی معاشرے کی مکمل ضد اور نقیض تھا جس کا قیام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھا مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر صالح اسلامی معاشرے کی بنیاد عقیدہ توحید پر تھی یعنی اس پختہ اعتقاد پر کہ اللہ ایک اور صرف ایک ہے نہ اس کی ذات میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ اس کی صفات میں کوئی اس کا شریک صرف اسی نے کائنات کی ہرشے کو پیدا کیا اور تنہا وہی کائنات کے پورے نظام کو چلا رہا ہے اسی کے ہاتھ میں انسان کا نفع ونقصان اور فائدہ وضرر ہے نہ اس کے سوا کوئی حاجت روا ہے اور نہ مشکل کشا صرف وہی بندوں کی ہر عبادت کا مستحق ہے بندوں کو صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیئے جان سے بھی اور مال سے بھی اور اس میں کسی دوسرے کو کسی عنوان سے شریک نہ کرنا چاہیئے جبکہ وہ عرب معاشرہ ہر قسم کی شرک میں مبتلا اور سراسر مشرکانہ معاشرہ تھا شرک کی کونسی قسم اور کونسی شکل تھی جو اس کے اندر پورے زور و شور کے ساتھ موجود نہ تھی مادی اور معنوی کتنی ایسی ہستیاں تھیں جن کے متعلق ذہنوں میں یہ اعتقاد تھا کہ انسان کا نفع ونقصان اور فائدہ و ضرر ان کے ہاتھ واختیار میں ہے لہٰذا جان و مال اور قول و عمل سے انکی عبادت و پرستش کی جاتی تھی تاکہ ان کی خوشنودی حاصل ہو سکے اصنام پرستی کے ساتھ مظاہر پرستی اور ارواح پرستی کا بھی عام چلن و رواج تھا جو توحید کے سراسر منافی تھا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر صالح اسلامی معاشرے میں حیات بعد الممات اور اخروی جزاء و سزا کا عقیدہ بنیادی حیثیت رکھتا تھا جبکہ یہ عرب معاشرہ حیات بعد الممات یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا منکر تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ زندگی صرف اس دنیا کی ہے اس کے بعد نہ کوئی اخروی زندگی اور نہ یہاں کئے گئے اعمال کی جزاء وسزا ہے نیز وحی و رسالت کا بھی اس عرب معاشرے کے اندر کوئی تصور اور اعتقاد نہ تھا جبکہ مجوزہ اسلامی معاشرے میں اس کا وجود نہایت لازمی و ضروری تھا۔ غرضیکہ ایمانی عقائد کے لحاظ سے یہ عرب معاشرہ اس صالح اسلامی معاشرے سے بالکل مختلف متضاد تھا جس کا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پیش نظر تھا۔

اسی طرح عملی ڈھانچے کے لحاظ سے بھی یہ عرب معاشرہ مجوزہ اسلامی معاشرے سے نمایاں طور پر مختلف تھا ۔ اس عرب معاشرے میں ہر قسم کا ظلم واستحصال پایا جاتا لہٰذا ایک ظالمانہ معاشرہ تھا جبکہ مجوزہ اسلامی معاشرے میں عدل بنیاد کی حیثیت رکھتا تھا اور اس میں کسی ظلم وستم کی کوئی گنجائش نہ تھی ۔ معاشرتی پہلو سے اس عرب میں لوگوں کے درمیان ذات اور خاندان وقبیلے کی بنیاد پر اعلیٰ وادنیٰ مختلف درجات وطبقات تھے ۔ کچھ لوگ پیدائشی طور پر شریف اور کچھ پیدائشی طور پر رزیل وحقیر سمجھے جاتے تھے۔ اور ان کے درمیان حقوق وفرائض کے لحاظ سے نمایاں فرق وامتیاز تھا غلاموں کو تو انسان سمجھا ہی نہ جاتا تھا ان کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا وہ بعض جانوروں کے ساتھ روا نہ رکھا جاتا تھا خواتین کی حیثیت بھی نہایت پست تھی ان کو وہ مقام ومرتبہ نصیب نہ تھا جس کی وہ مستحق تھیں ان کے ذمے مردوں کے لئے فرائض تو بہت تھے لیکن حقوق سے وہ محروم تھیں جبکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر جو اسلامی معاشرہ تھا وہ انسانی وحدت ومساوات کے تصور پر مبنی تھا یعنی اس تصور و نظریے پر کہ سب انسان پیدائشی طور پر برابر ومساوی ہیں بحیثیت انسان کے کسی انسان کو پیدائشی طور پر دوسرے انسان پر کوئی فوقیت وبرتری نہیں بنیادی انسانی حقوق سب کے لئے یکساں ہیں اور ان کے لحاظ سے سب کا درجہ برابر ہے رنگ نسل زبان وطن قبیلے خاندان کی بنا پر کسی انسان کو دوسرے انسان پر کوئی فضیلت وبڑائی حاصل نہیں بلکہ فضیلت وعظمت کا تمام دار ومدار تقوے پر ہے جس انسان کے اندر جتنا تقویٰ ہو اتنا ہی وہ اللہ کے نزدیک معزز ومکرم ہے نوع انسان کو دیگر انواع مخلوقات پر جو شرف حاصل اور جس کی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے اس شرف میں بلا کسی تخصیص وامتیاز تمام انسان برابری کے ساتھ شریک نہیں قرآنی آئیت وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ کے بموجب ہر آدمی قابل تکریم ہے خواہ وہ آزاد مرد ہو یا غلام ہو یا عورت کیونکہ بنی آدم میں شامل ہیں ۔

معاشی پہلو سے اس عرب معاشرے کی حالت یہ تھی کہ اس میں سود اور سود جیسے دوسرے معاشی معاملات اسی طرح جوئے وقمار کے سب طریقے عام طور پر رائج اور زیر عمل تھے ۔ اس کے اندر رزق ومال میں حلال وحرام کی کوئی تمیز نہ تھی ناحق طریقہ سے ایک دوسرے کا مال لیتے اور کھاتے تھے ۔ جبکہ اس کے برعکس مجوزہ اسلامی معاشرے میں سود اور سود سے ملتے جلتے معاشی معاملات قطعی طور پر ممنوع اور جوئے وقمار کی ہر شکل ناجائز تھی اس میں کسی ایسے معاشی معاملے کی کوئی گنجائش نہ تھی جس میں ایک فریق کی لازماً حق تلفی واقع ہوتی یا اس میں واقع ہونے کا قوی احتمال تھا حلال وحرام میں تمیز کرنے پر سختی کے ساتھ زور تھا وغیرہ وغیرہ ۔

سیاسی پہلو سے اس عرب معاشرے کے جو حالت تھی وہ یہ کہ چونکہ یہ عرب معاشرہ بہت قبائل پر مشتمل ایک قبائلی معاشرہ تھا ہر قبیلے کا ایک سردار تھا جو اپنے قبیلہ کے تمام امور ومعاملات طے کرتا اور اس میں کسی دوسرے مداخلت کو برداشت نہ کرتا ہر قبیلہ صرف اپنے ہی قبیلوی مفاد پر نظر رکھتا اور ہر طریقہ سے

اس کا تحفظ کرتا وہ دوسرے قبیلہ سے کوئی معاہدہ قائم کرتا تو اپنے مفاد کی خاطر اور معاہدہ توڑتا تو اپنے مفاد کی خاطر ان قبائل کے سامنے قومی نوعیت کا کوئی ایسا وسیع تر مفادنہ تھا جس کی خاطر وہ آپس میں مجتمع ومتحد ہو کر مشترکہ طور پر جدوجہد کرتے نہ ان کے سامنے کوئی ایسا اعلیٰ مقصد اور اجتماعی نصب العین تھا جو ان کو باہم گر جوڑتا اور ان کی جدوجہد میں یکجہتی اور ہم آہنگی پیدا کرتا ان کے ذھنوں میں کسی ایسی شخصیت کی کوئی گنجائش تھی جس کے گرد سب قبائل جمع ہوتے اور اس کے احکام وفرامین کی اطاعت بجالاتے سب قبائل کے مفادات الگ الگ تھے لہٰذا بعض اوقات ان کے درمیان ٹکراؤ وتصادم ہوتا اور آپس میں جنگ وقتال کی نوبت آجاتی جس کا نتیجہ تباہی وبربادی کی صورت میں نکلتا غرضیکہ اس عرب معاشرے میں قومی پیمانے کا کوئی سیاسی قانونی اور حکومتی نظام نہ تھا جس میں سب لوگوں کے بنیادی حقوق اور ان کی جانوں مالوں اور آبروؤں کے تحفظ کا انتظام ہوتا اور سب کو امن وامان کے ساتھ زندہ رہنے اور ترقی کرنے کا موقع ملتا۔ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر معاشرہ میں قومی نوعیت کی ایسی حکومت کا وجود ضروری تھا جس کے اندر بلا کسی تخصیص وامتیاز معاشرے کے تمام افراد کے ہر قسم کے حقوق پوری طرح محفوظ اور ہر ایک کے لئے امن وامان کے ساتھ زندہ رہنے اور ترقی کرنے کا موقع ہو اور جس کے فرائض کا دائرہ صرف لوگوں کی دنیوی اور مادی فلاح تک محدود نہ ہو بلکہ دینی اور روحانی فلاح وبہبود پر بھی حاوی ومحیط ہو نیز اس اسلامی معاشرے میں سیاسی طور پر یہ بھی ضروری تھا کہ اس کے اندر ایک ایسی مجلس شوریٰ موجود ہوجس کے ارکان معیاری مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ ممتاز علم وفہم اجتماعی امورومسائل میں گہری بصیرت اور غوروفکر کی اعلیٰ صلاحیت رکھتے ہوں اور لوگ ان پر اعتماد وبھروسہ کرتے اور ان کے فیصلوں کو خوشی کے ساتھ مانتے ہوں اور اس مجلس شوریٰ کے وجود کا مقصد بدلتے ہوئے حالات کے تحت پیدا ہونے والے نئے امور ومسائل کا حل اجتماعی مشورے سے تلاش اور طے کرنا ہو اور سربراہ حکومت ہنگامی قسم کے حالات معالات سے متعلق کوئی عملی قدم اٹھانے سے پہلے اس مجلس سے مشورہ کرنے کا پابند ہو۔ اسی طرح اس عرب معاشرے میں فحاشی بے حیائی زنا اور شراب نوشی وغیرہ کا عام رواج تھا اس میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی جاتی تھی جبکہ اسلام کے مجوزہ معاشرے میں ان کی سخت ممانعت تھی اور ان کا ارتکاب موجب سزاوعقوبت تھا۔

ناظرین کرام! آپ کے سامنے اس وقت کے عرب معاشرے اور بعد میں قائم کئے جانے والے معاشرے کی جو تصویر اور تفصیل پیش کی گئی اس سے آپ کو بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ یہ دو معاشرے ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور متضاد تھے اور یہ بھی سمجھ میں آگیا ہو گا کہ اس عرب معاشرے کو مجوزہ اسلامی معاشرے کے مطابق تبدیل اور تشکیل کرنا کتنا مشکل ودشوار کام تھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپا گیا اور یہ کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاطرخواہ طور پر کامیاب ہو جانا کتنی عظیم کامیابی تھی انسانی تاریخ میں واقعی اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

اب میں کچھ اس حکمت عملی اور سیاست شرعی کی تفصیل کرنا چاہتا ہوں جو قرآنی ہدایات کے ذریعے معاشرے کی اصلاح کے سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمائی اور جس کو ہر موقعہ پر آپؐ نے ملحوظ ومدنظر رکھا چونکہ مقصد روزاول سے یہ تھا کہ دعوت وتبلیغ سے جو اصلاح عمل میں آئے اور وجود پزیر ہو پائیداری کے ساتھ قائم رہے جو قدم آگے بڑھا ہے وہ کبھی پیچھے نہ ہٹے اور پیش رفت برابر جاری رہے ایسا نہ ہو کہ کسی مخالف ردعمل کے نتیجہ میں آگے بڑھا ہوا قدم پیچھے ہٹ جائے اور حاصل شدہ صلاح فساد سے اور فائدہ ضرر سے بدل جائے بالفاظ دیگر مطلب یہ کہ اصلاح اس عظیم کام میں ترقی کی رفتار دھیمی وسست رہتی ہے تو رہے وقت زیادہ لگتا ہے تو لگے لیکن جو اصلاحی تبدیلی وجود میں آئے عارضی وناپائیدار نہ ہو بلکہ مستقل وپائیدار ہو اور اس کا سلسلہ برابر آگے بڑھتا رہے لہٰذا یہ دیکھنا بیحد ضروری تھا کہ اصلاح کا یہ کام قرآن مجید کی کن ہدایات سے شروع کیا جائے ان ہدایات سے جو ایمانی عقائد سے تعلق رکھتی ہیں یا ان ہدایات سے جو عبادات سے یا جو معاملات سے تعلق رکھتی ہیں کیونکہ قرآنی نظام حیات ان متنوع ہدایات پر مشتمل ہے ان میں سے بعض کا تعلق افراد معاشرہ کی ذھنی اصلاح سے بعض کا عملی اصلاح اور بعض کا دونوں سے ہے اور چونکہ یہ اور واقعہ ہے کہ ذھنی اصلاح کے بغیر جو عملی اصلاح ہوتی وہ ناپائیدار رہتی اور کسی وقت بھی ختم ہوجاتی ہے گویا پائدار عملی اصلاح کا دارومدار تمامتر انحصار ذھنی اصلاح پر ہے اور یہ کہ ذھنی اصلاح پائدار عملی اصلاح کے لئے بنیاد واساس کی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا اصلاح معاشرہ کے لئے ضروری تھا کہ اس کا آغاز قرآن مجید کی ان ہدایات سے کیا جائے جن کا براہ راست تعلق افراد معاشرہ کی ذھنی اصلاح سے ہے اور ایسی ہدایات وہ تھیں جو ایمانی عقائد سے تعلق رکھتی تھیں اور ایمانی عقائد میں جو عقیدہ باقی عقائد کی بنیاد تھا وہ اللہ کی ذات وصفات اور توحید کا عقیدہ تھا لہٰذا سب سے پہلے اسی عقیدہ کی دعوت دی اور تبلیغ کی گئی جس کا مطلب یہ کہ اللہ ایک اور صرف ایک ہے نہ اس کی ذات میں کوئی اس کا شریک ہےاور نہ اس کی صفات میں کوئی اس کا شریک کائنات کی ہر ہر شے کو پیدا بھی اسی نے کیاہے اور ہر شے کی پرورش ونگہداشت بھی وہی کررہا ہے بندوں کا نفع ،نقصان اور فائدہ وضرر سب اس کے ہاتھ واختیار میں ہے بندوں کو جو گوناگوں نعمتیں حاصل ہیں سب اس کی طرف سے ہیں لہٰذا ان پرلازم ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں جان سے بھی اور مال سے بھی قول سے بھی اور فعل سے بھی اور اس میں کسی اور کو کسی عنوان سے شریک نہ کریں گویا سب سے پہلے عقیدہ توحید کی تبلیغ کی گئی اس کے ساتھ جس دوسرے ایمانی عقیدہ کو پیش کیا گیا وہ حیات بعد الممات یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور آخرت کی جزاء وسزا کا عقیدہ تھا نیز وحی ورسالت کا عقیدہ تھا جس کا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی ہدائت کے لئے انہی میں سے بعض کو نبی ورسول مقرر کرتا اور وحی کے ذریعے ان کو اپنی ہدایات دیتا ہے جو کتاب الٰہی کی صورت میں سامنے آتی ہیں۔

ان ایمانی عقائد کے ذریعے جو ذہنی اصلاح وجود میں آتی ہے اس کی کچھ توضیح یہ کہ قرآن مجید کی رو سے کسی معاشرے کے عملی طور پر صالح ہونے کا مطلب ہے اس کے اندر پائے جانے والے اعمال معاملات کا عدل اور احسان کے مطابق ہونا ۔ اور ذہنی طور پر صالح ہونے کا مطلب ہے افراد معاشرہ کے ذہنوں میں عدل اور احسان کے ایسے جذبات واحساسات کا پایا جانا جن کی تحریک سے ایسے انسان بلاکسی تخصیص وامتیاز ہر دوسرے انسان کے ساتھ عدل واحسان کرنے پر مجبور اور امادہ ہوتا ہے اور اس سے ایسے اعمال ومعاملات سرزد ہوتے ہیں جن سے نہ صرف یہ کہ ہر حقدار کو اس کا حق پورا پورا اور ٹھیک ٹھیک ملتا ہے بلکہ ان میں اپنے حق کا دوسروں کے لئے ایثار موجود ہوتا ہے ۔ لہٰذا اس کے مطابق معاشرے کی ذہنی اصلاح کا مطلب ہوا افراد معاشرہ کے ذہنوں میں عدل اور احسان کے جذبات واحساسات کا نہائت وسیع اور عالمگیر شکل میں پایا جانا چنانچہ ذہنی اصلاح کا یہ مطلب ایمانی عقائد سے ضرور حاصل ہوجاتا ہے بالخصوص اللہ کی ذات وصفات سے متعلق ایمانی عقیدہ سے اللہ تعالیٰ کے جمالی اور جلالی صفات پر ایمان ویقین سے بندے کے اندر اللہ کی محبت اور اس سے ڈر وخوف کا جذبہ پیدا ہونا ایک لازمی وقدرتی امر ہے اور یہ دونوں جذبے بندہ مومن کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے اور اس کے احکام کی اطاعت کرنے پر ابھارتے ہیں جو عدل اور احسان پر مبنی ہیں اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے ایک صفت ربوبیت عامہ ہے جو رب العالمین ربُّ الناس ربِّ کل شئی سے مفہوم ہوتی ہے یا جس پر مذکورہ الفاظ دلالت کرتے ہیں اس کا مطلب یہ کہ کائنات کی ہر شے ہر جاندار اور ہر انسان کی پرورش نشوونما اور دیکھ بھال کرنے والا اللہ اور صرف اللہ ہے جس نے کائنات کے نظام کو اس طرح بنایا کہ اس کے اندر ہر شے کی پرورش حیات وبقا اور نشونما کا پورا سامان ہے ۔ اور دوسری صفت رحمت شاملہ ہے ۔ جس پر اسم رحمان ورحیم اور جملہ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ قطعی طور پر دلالت کرتا ہے اور جس کا مطلب ہے اللہ ہر شے پر رحمت ومہربانی فرمانے اور احسان کرنے والا ہے ۔ اور ہر ایک کی بھلائی وبہتری چاہتا ہے ۔ لہٰذا جس بندہ مومن کے اندر اللہ کی صفت ربوبیت عامہ اور صفت رحمت واسعہ پر اعتقاد اور ایمان ہو اس کے دل میں خلق خدا اور تمام انسانوں کی ہمدردی وخیر خواہی کا جذبہ اور سب کے ساتھ عدل واحسان سے پیش آنے کا داعیہ ابھرنا اور پیدا ہونا ایک قدرتی امر ہے اس کے ساتھ جب اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ بندے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عدل واحسان کاسلوک کریں تو اس کے لئے ایسے عملی احکام وقوانین پر عمل کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عدل واحسان پر مبنی ہیں ۔ اسی طرح آخرت کی زندگی اور اس میں جزاء وسزا کا عقیدہ بندہ مومن کو عدل واحسان پر مبنی اعمال کرتے رہنے پر اس صورت میں بھی امادہ کرتا اور استقلال واستقامت بخشتا ہے جب اس کو دنیا کی زندگی میں ان کے اچھے اثرات ونتائج ظاہر ہونے کی امید اور توقع نہیں ہوتی کیونکہ وہ یہ سمجھتا اور یقین رکھتا ہے کہ اس کو اس کے نیک اعمال کا اچھا ثمرہ آخرت میں ضرور ملے گا ۔ وحی ورسالت کا عقیدہ انسان کو اس پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ

ایک ایسی کتاب اللہ پر ایمان لائے جو وحی اور فرشتہ کے ذریعے اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور جس کے اندر بیان شدہ ہدایات وتعلیمات کے متعلق وہ یہ سمجھے کہ وہ اللہ کی جانب سے بندوں کے لئے ہیں ۔ اسی طرح رسالت کا عقیدہ انسان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ انسانوں میں سے ایک انسان کو رسول تسلیم کرے اور اس کو اپنے لئے ایک آئیڈیل بناکر اپنی زندگی اس کی زندگی کے مطابق بنانے کی کوشش کرے اور یہ سمجھے کہ کتاب اللہ میں جو ہدایات وتعلیمات ہیں ان کا صحیح معنی ومطلب وہ ہے جو رسول کے اقوال واعمال سے ظاہر ہوتا ہے ۔

خلاصہ یہ کہ اسلام کے مطابق معاشرے کی عملی اصلاح کے لئے جس ذہنی اصلاح کی ضرورت تھی اس کا دارومدار چونکہ ایمانی عقائد پر تھا لہٰذا دعوت وتبلیغ کا آغاز ایمانی عقائد سے ہوا چنانچہ اس عرصہ میں مکہ مکرمہ کے اندر قرآن مجید کا جو حصہ نازل ہوا اس میں زیادہ زور مذکورہ ایمانی عقائد پر رہا اور کچھ ایسے اخلاقی اعمال پر رہا جن کی اچھائی سب کے نزدیک مسلم ہے جیسے یتیموں اور مسکینوں کی مالی امداد اور معاشی کفالت کرنا اور ان سے نرمی وشفقت کے ساتھ پیش آنا ۔ اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو دو عملی عبادتوں کے بجالانے کا تکرار کے ساتھ حکم دیا گیا ایک صلوٰۃ قائم کرنے اور دوسری زکواۃ ادا کرنے کا صلوٰۃ بدنی عبادت تھی اور زکواۃ مالی عبادت فرمایا: اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ نماز قائم کرو اور زکواۃ دو ۔ ماہ رمضان کے روزوں اور حج بیت اللہ کی عبادت بعد میں مدینہ منورہ کے اندر فرض ہوئی مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر صلوٰۃ اور زکواۃ ہی لازم اور فرض تھی اور زکواۃ کا مطلب اس وقت صدقہ وخیرات تھا اس میں اس قسم کا کوئی تعین نہ تھا کہ کس مال میں سے کتنے عرصہ کے بعد کتنی زکواۃ دی جائے تفصیلات بعد میں مدینہ طے پائیں ۔

مکہ مکرمہ میں ایمانی عقائد کی تبلیغ وتعلیم کے بعد صلوٰۃ اور زکواۃ پر زور دینے کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ان کے ذریعے ایک طرف مومنوں کے ایمان کا عملی ثبوت فراہم ہوتا اور اس کو تقویت ملتی ہے دوسری طرف مومنوں کے ذہنوں کے اندر ایمانی عقائد زندہ تازہ اور بیدار رہتے اور ان کے ذریعے پیدا شدہ عدل واحسان کے جذبات واحساسات اپنی وسیع عالمگیر شکل میں قائم رہتے اور استحکام ومضبوطی حاصل کرتے ہیں اور تیسری طرف مومن بندوں کے اندر قوانین عدل واحسان پر عمل کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے ۔

صلوٰۃ میں جو پڑھا اور کیا جاتا ہے اس میں جملہ ایمانی عقائد کا ذکر بھی ہے اور اپنی عاجزی وفروتنی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت بھی ہے اور اجتماعی نظم ونسق کی پابندی اور باہمی تعلقات ومعاملات میں مساوات وبرابری کی عملی تربیت بھی ہے ۔ اسی طرح زکواۃ کی عبادت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بندہ مومن کے دل میں اللہ اور اس کی رسول کی محبت مال و دولت کی محبت سے بہت زیادہ ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا کی خاطر اپنے مال کو قربان کرسکتا ہے نیز زکوٰۃ کے ذریعے معاشرے کے مسکین وفقیر اور مفلس ونادار افراد کی معاشی پریشانی دور ہوتی اور معاشی حالت سدھرتی اور اغنیاء اور فقراء کے تعلقات میں مضبوطی

اور خوشگواری رونما ہوتی ہے ۔ غرضیکہ غور سے دیکھا جائے تو اقامت صلوٰۃ۔ اور ایتاء زکوٰۃ کا معاشرے کی اصلاح میں نہایت اہم رول اور کردار ہے ۔ بشرطیکہ ان کو شعور کے ساتھ صحیح طریقہ سے ادا کیا جائے ۔ نیز اقامت صلوٰۃ تمام بدنی عبادات اور ایتاء زکواۃ تمام مالی عبادات کی اساس وبنیاد ہے جو بعد میں فرض ہوئیں۔

مکی دور میں مسلمانوں کو ایسے شرعی احکام پر عمل کی دعوت نہیں دی گئی جو قرآنی نظام حیات کے اندر اجتماعی زندگی کےمعاشرتی، معاشی اور سیاسی پہلوؤں سے تعلق رکھتے تھے اس لئے کہ اس وقت مکہ مکرمہ کا جو اجتماعی ماحول تھا اور اس کے اندر مسلمانوں کی جو اجتماعی حالت تھی اس میں نہ ان شرعی احکام پر پوری طرح عمل ہوسکتا تھا نہ وہ مطلوبہ نتائج پائداری کے ساتھ حاصل ہوسکتے تھے جو ان احکام پر عمل سے مقصود تھے ۔ بالفاظ دیگر مذکورہ قسم شرعی احکام کے عمل میں آنے پائداری کے ساتھ قائم رہنے کے لئے جن سازگار ذھنی اور خارجی حالات کا وجود ضروری تھا وہ چونکہ مکی دور میں موجود نہ تھے لہٰذا مسلمانوں سے ان پر عمل کا مطالبہ نہیں کیاگیا اور یہ اس حکمت عملی اور سیاست شرعی کے عین مطابق تھا جس کا پہلے قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر ہوچکا ہے آگے چل کر مدنی دور میں موافق وسازگار ذھنی اور خارجی حالات پیدا ہوگئے اور مخالف ردعمل کے ظہور کا اندیشہ نہ رہا تو اس وقت ان شرعی احکام کا نفاذ عمل میں آیا اور یہ نفاذ بھی دفعتہ نہیں بلکہ تدریج کے ساتھ رفتہ رفتہ عمل میں آیا ۔ مگر حکم اور ہر قانون کے نفاذ سے پہلے ایک طرف تعلیم وتربیت کے ذریعے ذھنوں کو اس کے قبول کرنے کے لئے ہموار اور تیار کیا گیا اور دوسری طرف خارج سے وہ مادی اور معنوی اسباب وموانع دور کئے گئے جو اس کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے تھے ۔ مثال کے طور پر تحریم خمر کے حکم کو لیجئے قرآن وحدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس پر تدریج کے ساتھ عمل ہوا پہلے یہ فرمایا گیا کہ نماز کے اوقات میں اس کا استعمال نہ کیا جائے اور یہ بھی اس وقت فرمایا جب یہ دیکھا کہ ذھنوں میں نماز کی اہمیت اور ضرورت اس درجہ بیٹھ گئی ہے کہ لوگ اس کو کسی صورت چھوڑ نہیں سکتے اور اس کی خاطر ہر مرغوب چیز کو چھوڑ سکتے ہیں ۔ چنانچہ جب نمازوں کے اوقات میں لوگوں نے اس کا استعمال ترک کر دیا تو اس سے ان کی عام عادت پراثر پڑا اور اس میں وہ سختی نہ رہی جو پہلے تھی پھر جب ان کو قرآن مجید سے یہ معلوم ہوا کہ یہ رجس اور شیطانی عمل ہے تو ان کے دل میں اس سے نفرت پیدا ہوئی اور ایک ایسی صورت حال وجود میں آئی جو اس کی ہر وقت میں مکمل تحریم اور اس سے کلی اجتناب کے لئے پوری طرح موافق وسازگار تھی تو اس کی تحریم اور مکمل ممانعت کا حکم نافذ کیاگیا جو خاطرخواہ طور پر کامیاب ہوا لوگوں کے گھر میں شراب کے جو مٹکے تھے وہ توڑ دیے گئے جس سے مدینہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہنے لگی پھر وہ سب برتن بھی توڑ دیئے گئے جو شراب کے بنانے اور استعمال کرنے کے لئے مخصوص تھے اور ان کو دیکھ کر شراب کی یاد آسکتی تھی یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ خمر کی مکمل ممانعت کا حکم مدنی دور کے شروع میں نافذ نہیں ہوا بلکہ تقریبا آخر میں ہوا کیونکہ جس سورۃ المائدہ میں اس کی تحریم وممانعت کا حکم ہے وہ بعد میں تقریبا آخر میں نازل ہوئی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری

جدید عالمی نظام کیلئے امریکی لائحہ عمل

یہودی عزائم، امریکی منصوبے اور سازشیں بے نقاب

ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے ہمیں ایک دردمند بھائی نے یہ وثیقہ ارسال کیا۔ یہ امریکی قومی مجلس امن کے فیصلہ پر مبنی ہے، جو اس نے ۱۲ مارچ ۱۹۹۱ء کو وائس آف امریکہ سے نشر کیا۔ یہ جدید امریکی عالمی نظام کے اہم نقاط کا بیان ہے۔

۱۔ مستقبل میں قیام امن کے نظام میں دیگر ممالک مثلاً فرانس، برطانیہ، اٹلی اور روس کو شامل کیا جانا چاہیے۔

۲۔ ایران اور ترکی ایسے غیر عربی ممالک کو ان ممالک کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لیے تیار کیا جانا چاہیے جنہوں نے ہمارے ساتھ مل کر عراق کے خلاف جنگ لڑی مثلاً خلیجی ریاستیں، مصر، شام اور مراکش۔

۳۔ ایران اور عراق میں ہونے والے واقعات کے پیش نظر ہماری مستقبل میں سیاست یہ ہوگی کہ ایک ایسی فوج تیار کی جائے یا موجود رکھی جائے جو کسی بھی دوسری فوجی طاقت کا مقابلہ کر سکے، اس طرح اس منطقہ (مشرق وسطی) میں طاقت کا توازن بھی قائم رہے گا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوگا کہ کسی عرب ریاست یا ترکی یا ایران یا ایتھوپیا (حبشہ) کو (علاقہ کا پولیس مین بنا کر اسے یہ اجازت بھی دی جائے کہ وہ) امریکی مفادات کے لیے خطرہ بن سکے۔

۴۔ خلیجی ریاستوں کی دفاعی طاقت (نہ کہ جنگی صلاحیت) کو بہتر بنایا جائے اور یہاں فوجی خدمات کو لازمی بنایا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھا جائے کہ ان ریاستوں کے ہمسایہ ممالک میں سے کسی کو بھی فوجی اعتبار سے اس قدر طاقتور نہ بننے دیا جائے کہ وہ ان پر حملہ آور ہو سکے۔

۵۔ جارحانہ اور مکمل تباہ کن جنگی ساز و سامان کی فروخت عربی اور اسلامی ممالک کے لیے بند کر دی جائے۔

۶۔ اگر کسی خاص ضرورت کے تحت اس مذکورہ بالا قسم کا اسلحہ ان ممالک کو فروخت کرنا ہی پڑے تو درج ذیل امور کو مدنظر رکھنا ہوگا۔

(۱) ایسا اسلحہ زیادہ مقدار میں نہ دیا جائے۔

(۲) اس قسم کا اسلحہ نہ دیا جائے جو تیزی کے ساتھ حرکت میں لایا جا سکے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکے۔

(۳) فاضل پرزہ جات پوری مقدار میں نہ دیئے جائیں۔

(۴) اس اسلحہ کا سودا پانچ عرب ریاستوں (غالباً سعودی عرب، عرب امارات، شام، مصر اور مراکش) کی نگرانی میں کیا جائے۔

۷۔ شام مصر اور بعض دوسری چھوٹی غیر عرب ریاستوں مثلاً ایران، ترکی اور ایتھوپیا کی معمولی نمائندگی کے اشتراک سے ایک مشترکہ امن فوج تیار کی جائے۔

۸۔ خلیجی ریاستوں کی دولت، جو ان پر حملوں کا سبب بنی ہوئی ہے، کی مناسب تقسیم ایک بینک برائے تعمیر کے ذریعے عمل میں لائی جائے گی مگر اس بینک کی اصل پالیسی امریکہ، برطانیہ اور فرانس وضع کریں گے اس بینک کی نمایاں ترجیحات یہ ہوں گی۔

(۱) مشترکہ امن فوج کا کنٹرول سنبھالنا۔

(۲) ایسے ممالک میں بڑے منصوبوں کی تعمیر و تکمیل کے لیے فنڈ مہیا کرنا جو (مذکورہ بالا) مشترکہ فوج کے معاون ہوں، مثلاً شام۔ (۳) اس طرح ان بعض غیر ممالک میں ایسے منصوبوں کی تکمیل کے لیے فنڈات مہیا کرنا جو اس منطقہ میں امن کے لیے بڑا رول ادا کر سکتے ہیں مثلاً ایران، ترکی اور حبشہ۔

(۴) بعض اہم اور غریب حکومتوں مثلاً یمن، تیونس اور سوڈان کی مالی معاونت کرنا، البتہ ان حکومتوں کی اس طرح مدد کرتے وقت ان باتوں کو زیر غور رکھنا ہوگا۔

(۱) یہ مالی مدد صرف معمولی قسم کی تعمیر و ترقی کے لیے ہو۔

(ب) اس کے بدلے ان سے مضبوط تعلقات کی استواری کی توقع کرنا۔

(ج) اس مالی مدد کا مقصد ان حکومتوں سے امریکی پالیسی کی ہمنوائی کرنا ہوگا۔

۹۔ تمام عرب ملکوں کے ایسے حکومتی نظاموں کو تبدیل کرنا جو امریکی پالیسی سے مطابقت نہ رکھتے ہوں، اس منصوبہ کی بعض تفصیلات یوں ہوں گی۔

(۱) **خلیجی ریاستیں:** ان ریاستوں کے حکومتی نظام میں ردّ و بدل کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ہمیشہ امریکی پالیسی کی بنا پر جوش حامی رہی ہیں اور رہیں گی، ان کے اس حکومتی نظام کو باقی رکھنا ہی امریکی مفادات کا تحفظ ہے البتہ یہ کوششیں جاری رکھی جائیں کہ ان ریاستوں میں زمام اقتدار ایسے افراد کے ہاتھوں میں آئے جو مغرب کے تعلیم یافتہ ہیں اور ایسی کوششیں بھی کی جائیں جن کی بدولت ان ریاستوں کی مذہبی ثقافت کو بدل دیا جائے۔

(ب) **دیگر ممالک۔ شام:** شام کے حکمران حافظ الاسد ہمیں قبول ہیں، انہیں اس منطقہ میں کام کرنے کا موقع دیا جانا چاہیئے۔ شام کو ترقی کے اس مقام پر لے جانا چاہیئے جو حافظ الاسد کو اس خطہ کا مرد آہن بنا سکے کیونکہ انہوں نے اعراق کے خلاف جنگ میں) عملاً ثابت کر دیا ہے کہ ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ **مصر:** اگرچہ مصر کی موجودہ قیادت نے (امریکی پالیسی کے اتباع میں) صحیح اور قابل قبول رویہ اختیار کیا لیکن یہ حکومت مصری رائے عامہ کو کنٹرول نہیں کر سکتی لہٰذا ہمیں اس کے بارے میں جدید خطوط پر سوچنا ہوگا۔ دراصل جمال عبدالناصر اور انوار السادات کے دور میں آزادی رائے پہ پہرہ لگا دیا گیا تھا جس سے جمہوریت پر منفی اثرات ظاہر ہوتے۔ اب ضروری ہے کہ مصر میں جمہوریت کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا جانا چاہیے تاکہ ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکے اور اسلامیین (بنیاد پرستوں) کو راہ سے ہٹانے کا یہی طریقہ ہے۔

۳۔ **فلسطین اور اسلامی تحریکات:** اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کو روکنے اور فلسطین کے قبضہ پر مسلمانوں کے (دینی، اخلاقی اور نفسیاتی) دباؤ کو کم کرنے کے لیے ان خطوط پر عمل پیرا کرنا ہوگا۔

مسلمانوں کو ان کے فروعی اختلافات میں الجھا کر ایک دوسرے سے لڑانا تاکہ وہ اپنی طاقت کا آپ مقابلہ کرتے رہیں، جیسے مصر کے محمد الغزالی نے اسلام میں عورت کے مقام کے موضوع کو چھیڑ کر باہمی منافرت کی جنگ کو بھڑکایا۔

وہ خلیجی ریاستیں جو اسلامی شریعت کے نفاذ پر سنجیدگی سے عمل پیرا ہیں یا اس کے نفاذ کے بارے میں غور کر رہی ہیں، ان کی حکومتوں کو تبدیل کرنا، جب کوئی حکومت اسلامی شریعت کا نفاذ کرے اس کے خاتمہ کے لیے پوری کوشش کرنا مثلاً سعودی عرب میں شرعی حدود کا نفاذ ہے اس کے لیے ان کے بعض شیوخ کو ورغلانا اور ان کی سرگرمیوں کو معطل کرنا چاہیے۔ اس طرح تمام اسلامی تحریکات اور مظاہر پر کاری ضرب لگانا ضروری ہے۔

جہاں اسلامی ذہن رکھنے والی حکومتوں کے بدلنے سے ایسے شرعی قوانین سے چھٹکارا حاصل ہو جاتے گا وہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہوگی کہ وہ علماء اسلام جو رائے عامہ پر اثر انداز ہو سکتے ہیں ان کے خیالات کی عوام تک رسائی میں رکاوٹیں کھڑی کرنا ہوں گی۔

ہ: اس قسم کے حکومتی اداروں میں اسلامی ذہن رکھنے والوں کو ملازمت کے مواقع نہیں ملنا چاہیے۔ یہ پالیسی صرف خلیجی ریاستوں تک ہی محدود نہ ہوگی بلکہ اس کا دائرہ کار تمام اسلامی ریاستوں تک بڑھانا ہوگا۔ اسلامی فکر کو آگے بڑھانے والوں کو تعلیم و تربیت اور ابلاغ عامہ کے ذریعے اپنے خیالات عوام الناس تک پہنچانے سے روکنا ہوگا۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کی بدولت اسلام کی ترویج و ترقی کے لیے کام کرنے والوں کو رائے عامہ کو متاثر کرنے کا موقع دیا جا سکتا۔ مثلاً عبدالمعز عبدالستار اور یوسف القرضاوی نے انہی ذرائع (تعلیم و تربیت اور ابلاغ عامہ) سے عوام الناس میں پذیرائی پائی۔ اسی طرح بعض عراقی کویت کی شہریت حاصل کر کے طاقتور بن گئے اور اسلامی فکر کی قیادت ان کے ہاتھ آگئی۔ اسی طرح سعودی عرب میں مناع القطان نے اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔

اسلامیین کو (ان کے اپنے ممالک میں بھی) اقتصادی اور اجتماعی معاملات میں نمایاں مقام پیدا کرنے سے باز رکھنا ہوگا ورنہ وہ ان کے توسط سے اپنے ممالک سے باہر بھی اثر انداز ہوں گے۔

۱۰۔ بہت ہی قابل توجہ معاملہ عرب اور مسلمان ممالک سے افرادی قوت کا خلیجی ریاستوں میں آنے کا ہے اس کا روکنا نہایت ضروری ہے ۔ ان کے متقابل افرادی قوت کا سری لنکا، فلپائن اور تھائی لینڈ سے لانا ضروری ہے کیونکہ ان ممالک سے لائی گئی غیر مسلم افرادی قوت اسلامی اعتقادات اور اقدار پر منفی اثرات چھوڑے گی ۔ اگر ان تین ملکوں کی افرادی قوت ضرورت کا معیار یا مقدار پوری کرنے سے قاصر ہو اور دیگر ممالک (اسلامیہ اور عربیہ) سے لوگ منگوانا ہی پڑیں تو پھر یہ ضرور ملحوظ رکھنا ہوگا کہ وہ پاکستان یا بنگلہ دیش سے نہ ہوں اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہوگیا ہے ۔ کہ دیگر (غیر مسلم) ممالک سے رابطہ رکھا جائے (تاکہ بوقت ضرورت وہاں سے افراد بلائے جاسکیں) ۔

۱۱۔ ضروری ہوگیا ہے کہ (مسلم ممالک کے) نظام تعلیم اور ثقافت کو تبدیل کیا جائے اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں کا وقت بڑھایا جائے ۔

۱۲۔ اسلامی اور دینی جماعتوں مثلاً سلفی اور اخوانی کے مابین اختلافات کی حوصلہ افزائی کرکے انہیں زیادہ بڑھایا جائے ۔

۱۳۔ اسلامی فکر وکردار رکھنے والی حکومتوں مثلاً پاکستان اور سوڈان کی پسماندگی اور مشکلات کا شکار رہنے دیا جائے ۔

امریکی قومی مجلس امن کا یہ ۱۳ نقاط پر مشتمل نئے عالمی نظام کا منصوبہ کس قدر جامع ہے ؟ کتنی ژرف نگاہی اور مطالعاتی کاوشوں کے بعد تیار کیا گیا ہے ؟ کتنا قابل عمل، عالم اسلام کی دشمنی میں کس قدر چابک دست ہے ؟ اور کس قدر واضح حکمت عملی رکھنے والا ہے ؟ اس کا اندازہ تو ہم میں سے ہر ایک نے اس کے ترجمہ سے کرلیا ہی ہوگا بشرطیکہ ہماری سوچ و فکر کے سوتے بالکل ہی خشک نہ ہوگئے ہوں اور ہماری رگ حمیت نے پھڑکنا بالکل ہی نہ چھوڑ دیا ہو یا امریکی ذلیل استبداد کے سامنے ہماری مرعوبیت احساس کمتری کی تمام حدود کو پھاند نہ چکی ہو اور ہم مکمل طور پر اپنی بربادی پر رضامند نہ ہوچکے ہوں، البتہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے ہم اس کے اہم نکات کی طرف اشارہ کرتے جاتے ہیں ۔

(۱) امریکہ کو اس نئے عالمی نظام کے نفاذ کے لیے کفر کے ملت واحدہ ہونے پر یقین ہے، آپ دیکھیں گے کہ یہاں کسی غیر مسلم ملک کے لیے امریکہ نے نہ کسی خطرہ کا امکان ظاہر کیا ہے، نہ کسی کے خلاف خطرہ کی منصوبہ بندی کی ہے، بلکہ اس کی ابتداء ہی اس سے کی ہے کہ اس منصوبہ کے تحت مستقبل میں قائم ہونے والے امن میں فرانس، برطانیہ، اٹلی اور روس کو بھی شامل کیا جائے ۔ اگر کفر اپنے تمام تر جغرافیائی، سیاسی، اقتصادی اور نسلی اختلافات کے باوجود مسلمانوں کے خلاف ملت واحدہ ہے تو کیا ایک اللہ، ایک رسول ﷺ ایک قرآن اور ایک کعبہ کو ماننے والے مسلمان کفر کے خلاف ایک امت نہیں بن سکتے ؟ آخر اغیار کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا شکار ہو کہ وہ کب تک آپس میں ہی دست و گریباں رہیں گے ؟ ان کے بھول پن اور سادگی بلکہ نادانی کا سلسلہ کب ختم ہوگا اور گم گشتہ مومنانہ فراست جو ان کی اصل متاع گرانمایہ ہے انہیں کب واپس ملے گی ؟ یہ کب اپنی ہی عقل سے اپنا نفع و نقصان سوچیں گے ؟ اور اپنے ماضی اور حال پر اپنی ہی نگاہ بصیرت ڈال کر اپنے مستقبل کا خاکہ وضع کریں گے ؟ ۔

(۲) امریکہ کو خلیج کی دولت اور اس کی جغرافیائی اور اقتصادی پوزیشن اس قدر عزیز ہے کہ اس کے عالمی نظام جدید کے منصوبہ کا اکثر و بیشتر اس کے گرد گھومتا نظر آتا ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے وہ ہر قربانی دینے کو تیار رہے، ہر اس ملک کا دشمن ہے جو اس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھے اور ہر اس ملک کی مدد کے لیے آمادہ ہے جو اس کی دولت کی حفاظت کیلئے امریکہ کا معاون بنے اس پر اتنا ہی دریافت کرنا کافی ہے کہ خلیج کی دولت عربوں اور مسلمانوں کی ہے یا امریکہ کی؟ جب اس دولت کے اصل مالک عرب اور مسلمان ہیں تو پھر امریکہ کو اس کی حفاظت کا اس قدر جنون کیوں؟

غالباً اصل مالک اس دولت کا امریکہ ہے عرب تو محض بہرہ دار ہیں آپ نے اس منصوبہ کے نقطہ نمبر ۸ میں پڑھا ہوگا کہ اس خطہ کی دولت کی تقسیم بھی امریکہ اپنی مرضی سے ایک بینک برائے تعمیر و ترقی کے ذریعے کرنا چاہتا ہے، البتہ اس بینک کی مالیاتی پالیسی وضع کرنے میں وہ برطانیہ اور فرانس کا مشورہ لے گا جو مل کر یہ طے کریں گے کہ خلیج کی دولت میں سے کن کن ممالک کی کن کن شکلوں میں مدد کی جائے؟ امریکہ اور اس کے حواریوں کی اس سوچ وفکر بلکہ لائحہ عمل سے آپ کن نتائج کی توقع کرتے ہیں؟ میرے خیال میں جواب واضح ہے۔

(۳) خلیجی ریاستوں میں افرادی قوت کے برآمد کرنے میں بھی امریکہ اپنی پالیسی ان ریاستوں کو دے رہا ہے۔ یہاں پہلے افرادی قوت پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت، سوڈان اور مصر فراہم کرتے ہیں مگر امریکہ کو پاکستان، بنگلہ دیش اور سوڈان کے سادہ دل مسلمانوں کی پختگی ایمان سے خطرہ ہے وہ جانتا ہے کہ یہ افراد خلیج میں اپنی اسلامی اقدار اور معتقدات کے ساتھ آتے ہیں اور یہاں کے عوام کو بھی متاثر کرتے ہیں اور انہیں مسلم بن کر رہنے کی عملی ترغیب دیتے ہیں، دوسری طرف یہاں سے دولت کما کر اپنے ممالک میں بھیجتے ہیں تو یہ دولت وہاں کی اسلامی تحریکات کی معاونت کا ذریعہ بنتی ہے یا کم از کم ان کما کر لے جانے والے افراد کو مالی طور پر اس قدر مستحکم کر دیتی ہے کہ بھوک کے ڈر سے یا دولت کے لالچ میں امریکی پالیسیوں کی ہمنوائی نہیں کرتے بلکہ بے خوف مخالف بن جاتے ہیں۔

امریکہ ایسے افراد اور ممالک کو ان کی اسلامیت کی سزا دینے کے لیے خلیجی ریاستوں کو آمادہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ افرادی قوت سری لنکا، تھائی لینڈ اور فلپائن سے منگوائیں۔ اس سے امریکہ دو شکار کرنا چاہتا ہے ان ممالک کے کافر لوگ آکر خلیجی مسلمانوں کے اسلامی عقائد و نظریات، جنہیں دولت کی طلیش نے اگرچہ پگھلا دیا ہے، کو کمزور کریں گے اور ان کی دینی ثقافت کو خراب کریں گے نیز یہاں سے دولت کے بہاؤ کا رخ اسلامی ممالک سے غیر مسلم ممالک کی طرف ہو جائے گا۔ نتیجۃً اسلام کمزور اور کفر معاشی طور پر مستحکم ہوگا، جو امریکہ کی اصل غرض ہے۔

افرادی قوت کے بارے میں امریکی پالیسی کو خلیجی ریاستوں نے کس قدر پذیرائی بخشی ہے اس کے واضح آثار آپ ان میں سے کسی ریاست کا سفر کر کے دیکھ سکتے ہیں، مزید کچھ کہنا ہمارے ملکی مفاد میں نہیں ہوگا۔

(۴) اسلحہ کی فروخت کے بارے میں امریکی پالیسی اگرچہ خلیج کی دولت کے محور پر گردش کرتی نظر آتی ہے کیونکہ وہ

پیلو کی بازیافت
مِسواک سے
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تک
پیلو کے مؤثر اور مجرّب اجزاء پر مشتمل ایک مکمل طبّی ٹوتھ پیسٹ پیش کرکے ہمدرد نے
حفظِ دنداں کی دنیا میں بھی اوّلیت حاصل کرلی ہے۔
پیلو صدیوں سے دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی مضبوطی کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔
ہمدرد کی تحقیقِ جدید نے پیلو کے ان افادی اجزاء اور دوسری مجرّب جڑی بوٹیوں سے ایک جامع
فارمولے کے مطابق ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تیار کیا جو پوری طرح دانتوں اور مسوڑھوں
کی حفاظت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔
ہمدرد
پیلو ٹوتھ پیسٹ
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
پیلو کے اوصاف مسوڑھے مضبوط، دانت صاف
آوازِ اخلاق
پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان کی تعمیر کرو
Adarts-HTP-3/85

مولانا شہاب الدین ندوی انڈیا

نکاح کیلئے مرد اور عورت کا انتخاب

(۲)

نیز اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید کا نکاح ایک قریشی عورت فاطمہ بنت قیس سے کر دیا تھا' حالانکہ ان کے لئے دو قریشی مردوں کا پیغام آ چکا تھا۔ جیسا کہ صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ فاطمہ بنت قیس سے نکاح کے لئے ابو جہم بن حذیفہ اور معاویہ بن ابوسفیان نے پیغام بھیجا تھا جو قریشی ہونے کے اعتبار سے فاطمہ بنت قیس کے لئے موزوں اور برابر کے لوگ تھے۔ مگر اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اسامہ بن زید سے نکاح کر لیں۔ اور اس طرح ان دونوں کا نکاح ہو گیا۔ حالانکہ اسامہ اپنے آزاد کردہ غلام کے بیٹے اور غیر قریشی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نسب یا خاندان میں برابری رشتہ داری کے لئے شرط نہیں ہے۔

اب رہا معاملہ پیشہ کا تو یہ بھی چنداں مضر نہیں ہے۔ اور اخلاق و دینداری کی شرط کے ساتھ اسے بھی بہت بڑی حد تک گوارا کیا جا سکتا ہے۔ اور جیسا کہ عرض کیا گیا اس سلسلے میں اصل چیز باہمی رضامندی ہے۔ اگر طرفین مطمئن ہوں تو کسی بھی پیشہ والوں سے رشتہ داری قائم کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں حسب ذیل حدیث دلیل راہ بن سکتی ہے:

عن ابی هریره ان اباهند حجم النبی صلی الله علیه وسلم فی الیافوخ فقال النبی صلی الله علیه وسلم : یا بنی بیاضه ! انکحوا اباهند و انکحوا الیه - وقال: و ان کان فی شی ء مما تداوون به خیر فا الحجامة

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ابوہند نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بنی بیاضہ ! ابوہند کا (اپنے قبیلے میں) نکاح کر دو اور اس کی لڑکیوں کے لئے نکاح کا پیغام بھیجو۔ پھر فرمایا کہ اگر تمہاری استعمال کی جانے والی دواؤں میں کوئی بہتر دوا ہو سکتی ہے، تو وہ حجامت (پچھنے لگانا) ہے۔

حجامت کے اصل معنی پچھنے لگانے کے ہیں جس کا رواج زمانہ قدیم میں تھا۔ اور پچھنے لگانے والے کو حجام کہا جاتا ہے۔ اس کا تعلق علاج و معالجہ سے ہے۔ مگر اردو زبان میں حجام کے معنی نائی کے ہیں جو عربی زبان کے حجام سے بہت مختلف ہے۔

بنو بیاضہ انصار کا ایک قبیلہ تھا' اور ابوہند جن کا اصل نام سالم تھا' اسی قبیلہ کے ایک مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے - چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے پیشوں کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے مذکورہ بالا قبیلہ والوں کو تاکید فرمائی کہ ایک پچھنے لگانے والے شخص (حجام) کو حقیر نہ جانیں - اور پھر ایسی صورت میں جب کہ وہ ایک مولیٰ بھی تھے - کیونکہ اہل عرب کے یہاں ایک مولیٰ سے رشتہ کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا - نیز آپ نے اس کی بھی وضاحت فرما دی کہ پچھنے لگانا کوئی قبیح پیشہ نہیں بلکہ طبی اعتبار سے ایک معزز پیشہ ہے - اور جہاں تک ابوہند (سالم) کی دینداری کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ایک دوسری روایت میں ان کی تعریف اس طرح مذکور ہے -

من سره ان ينظر الى من صور الله الايمان فى قلبه' فلينظر الى ابى هند'

جس کو اس بات سے مسرت ہو سکتی ہے کہ وہ اس شخص کو دیکھے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان سے مزین کر دیا ہو تو ابوہند (سالم) کو دیکھ لے -

امام بخاری کا استدلال

نیز اس سلسلے میں امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے' جس کا عنوان ہے : "**باب الكفاءة فى الدين**" یعنی برابری دینداری میں ہونا چاہئے - اور اس باب میں موصوف نے جو حدیثیں درج کی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ دین کے مقابلے میں حسب و نسب کا کچھ زیادہ اعتبار نہیں ہے - چنانچہ ان حدیثوں کے مطابق مشہور بدری صحابی حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ نے اپنی بھتیجی ہند بنت ولید بن عتبہ (ایک قریشی عورت) کا نکاح سالم نامی ایک آزاد کردہ غلام (مولیٰ) سے کر دیا تھا' جسے بعد میں انہوں نے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا - اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب (قریشی عورت) کا نکاح مقداد بن اسود سے ہوا تھا' جو قریشی نہیں تھے بلکہ ایک قول کے مطابق حبشی مولیٰ تھے' جن کو اسود نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا -

نیز اس سلسلے میں امام بخاری نے قول فیصل کے طور پر یہ حدیث بھی درج کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت سے بیاہ چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے' اس کے خاندان کی وجہ سے' اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے - تو تو دیندار عورت کو پسند کر لے -

بہر حال صحابہ کرام کے واقعات میں اس قسم کی مزید مثالیں ملتی ہیں - مثلاً حضرت بلال کا نکاح حضرت عبدالرحمان بن عوف کی بہن ہالہ سے ہوا تھا - حالانکہ حضرت بلال حبشی تھے - اسی طرح حضرت

عمر نے اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے پہلے حضرت سلمان فارسی پر پیش کیا تھا۔

اس سلسلے میں امام نسائی نے ایک باب قائم کیا ہے۔ جس کا عنوان ہے: **تزوج المولی العربیہ** ۔ یعنی آزاد کردہ غلام (مولیٰ) کا کسی عربی الاصل عورت سے نکاح کرنا۔ اور اس باب کے تحت تحریر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت قیس کا نکاح اسامہ بن زید سے کیا اور بدری صحابی حضرت حذیفہ نے اپنی بھتیجی کا نکاح ایک مولیٰ (سالم) سے کر دیا' جو ان کے منہ بولے بیٹے بھی تھے۔

فقہاء کا عام مسلک

خلاصہ بحث یہ کہ ایک عورت کا ایک مرد سے رشتہ کرنے کے لئے علماء عام طور پر اس بات کے قائل ہیں کہ جس شخص سے رشتہ مقصود ہے اس کا چار باتوں میں عورت کا ہمسر ہونا ضروری ہے: (1) دین (2) حریت (3) نسب (4) اور پیشہ۔ اور بعض نے جسمانی عیوب سے سلامتی اور خوشحالی کو بھی معتبر مانا ہے۔

اور یہ بات صرف مردوں کے انتخاب میں ہے۔ ورنہ عورتیں کفاء ت (ہمسری) میں اپنے سے بہتر افراد سے بھی نکاح کر سکتی ہیں۔ اور اس صورت میں عورت کے سرپرستوں کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ امام سرخسی تحریر کرتے ہیں۔

و اذا تزوجت المراۃ رجلا خیرا منھا فلیس للولی ان یفرق بینھما۔ لان الکفاءۃ غیر مطلوبہ من جانب النساء۔ فلان الولی لا یتعیر بان یکون تحت الرجل من لا تکافئہ۔

غرض جن علماء نے حسب و نسب کو معتبر مانا ہے ان کے نزدیک نسبی اعتبار سے ایک اونچے درجے کا شخص اپنے سے کمتر درجے کی عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ مگر ایک اعلیٰ درجہ کی عورت کو ایک کمتر شخص سے نکاح کرنا ایک عیب کی بات ہے۔ بہر حال یہ عام فقہاء یا جمہور علماء کا مسلک ہے جو بعض خاص صورتوں میں معتبر ہو سکتا ہے۔ ورنہ عمومی قانون وہی ہو گا جو قرآن' حدیث اور صحابہ کرام کے عمل سے پوری طرح ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

کیا ایک عجمی عالم عربی عورت کا ہمسر ہو سکتا ہے؟

فقہ حنفی کی کتابوں میں عام طور پر یہی لکھا ہے کہ ایک عجمی (غیر عربی) شخص ایک عربی عورت کا کفو (ہمسر) نہیں ہو سکتا' خواہ وہ عالم یا سلطان وقت ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن فقہ حنفی کی سب سے زیادہ

مشہور اور معتبر کتاب ردالمحتار میں مذکور ہے کہ ایک عجمی عالم علوی عورت کا ہمسر ہو سکتا ہے ۔ اسی طرح ایک غریب عالم ایک جاہل مالدار عربی کا بھی کفو بن سکتا ہے ۔ کیونکہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے بڑھ کر ہے ۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کا مرتبہ حضرت فاطمہ الزہراء سے بڑھ کر ہے ۔ کیونکہ حضرت عائشہ کا پایہ علمی اعتبار سے بہت اونچا تھا ۔

قالوا الحسيب يكون كفوا للنسيب - فالعالم العجمي يكون كفئوا للجاهل العربي والعلويه' لان شرف العلم فوق شرف النسب - و ارتضاه في فتح القدير ... و ذكر الخير الرملي عن مجمع الفتاوى العالم يكون كفوا للعلويه لان شرف الحسب اقوى من شرف النسب - و عن هذا قيل ان عائشه افضل من فاطمه' لان لعائشه شرف العلم -

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ انسان کے لئے شرف و فضیلت کی اصل چیز اور اصل معیار علم اور دینداری ہے ۔ اور جو شخص اس صفت میں فائق ہو جائے اس کا مقابلہ دنیا کی دوسری کوئی چیز نہیں کر سکتی ۔ چنانچہ قرآن اور حدیث میں علم اور اہل علم کی جو فضیلت آئی ہے اتنی کسی دوسری چیز کی نہیں آئی ۔ چنانچہ ایک موقع پر بطور سوال اہل علم کی فضیلت اس طرح ظاہر کی گئی ہے :

قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون : کہدو کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (زمر: 9)

عورت کا دوبارہ نکاح : ایک مشکل مسئلہ

واضح رہے کہ اگر کوئی عورت اپنے سے کمتر شخص (غیر کفو) سے نکاح کر لے تو فقہ حنفی کی رو سے اس عورت کے سرپرستوں کو اس پر اعتراض کا حق حاصل رہتا ہے' جب تک کہ اس عورت کو بچہ نہ ہو جائے ۔ اور ایسی صورت میں عورت کے سرپرست ان دونوں کے درمیان "تفریق" کرا سکتے ہیں ۔ کیونکہ ایسے کمتر شخص سے نکاح کرنا ان کے لئے ایک عار کی بات ہے ۔ مگر ایسی کوئی بھی تفریق صرف قاضی کی عدالت ہی میں ہو سکتی ہے ۔ اور جب تک قاضی اس سلسلے میں کوئی فیصلہ نہ کر دے طلاق اور وراثت وغیرہ کے احکام ان دونوں کے درمیان جاری رہیں گے ۔ کیونکہ نکاح کی اصل عقد صحیح ہے ۔ لہٰذا صحت عقد میں اولیاء (سرپرستوں) کو کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔

ولا يكون التفريق بذلك الا عند القاضي - لانه فسخ للعقد ' بسبب نقص - فكان قياس الرد بالعيب بعد القبض - و ذلك لا يثبت الا بقضاء القاضي - ولا نه مختلف فيه بين العلماء ' فكان لكل

واحد من المتصمين نوع حجة لما يقول - فلا يكون التفريق الا بالقضاء - و مالم يفرق القاضي بينهما فحكم الطلاق و الظهار والايلاء و التوارث قائم بينهما لان اصل النكاح انعقد صحيحا في ظاهر الرواية - فلنه لاضرر على الاولياء في صحة العقد -

اس اعتبار سے عورت کے سرپرستوں کو اعتراض کرنے اور نکاح کو فسخ کرانے کا اختیار صرف ایک نظریاتی مسئلہ ہے اور عملی دنیا میں اس کا نفاذ انتہائی مشکل اور دشوار ہے - خاص کر ہندوستان جیسے ملکوں میں چونکہ کسی عورت کا نکاح عموما صرف ایک بار ہوتا ہے اس لئے ایسے ملکوں میں اس قانون کا وجود اور عدم دونوں برابر ہے - ظاہر بات ہے کہ اگر عورت کے سرپرست کسی نہ کسی طرح بمشکل تمام ان دونوں کے درمیان تفریق کرانے میں کامیاب ہو بھی جائیں تو پھر ایسی "مطلقہ" عورت کا دوبارہ نکاح ایک مشکل ترین مسئلہ بن جاتا ہے - کیونکہ ہمارے اور عرب ممالک کے حالات بہت مختلف ہیں - دور اسلام میں حال یہ تھا کہ کسی عورت کی اگر طلاق ہو جاتی تو فورا ہی اس کا نکاح ثانی ہو جایا کرتا تھا - اور ایسی مطلقہ عورتوں کو اس دور کے معاشرہ میں معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا - مگر آج کل ایسی عورتوں کو ہندو رسم و رواج کی بنا پر حد درجہ منحوس تصور کیا جاتا ہے - لہٰذا اس قسم کے مسائل میں (جو عرف و عادات سے متعلق ہیں) دوبارہ غور کر کے ہماری فقہ میں اصلاح و ترمیم کرنے کی ضرورت ہے -

نیز اس سلسلے میں ایک اور مسئلہ میں بھی نظر ثانی کی ضرورت ہے، جس کی وجہ سے یہ مشکل مسئلہ بہت کافی حد تک سلجھ سکتا ہے اور وہ ہے فقہ حنفی کی رو سے کسی عاقل و بالغ عورت کو اس کے سرپرستوں کی مداخلت کے بغیر اپنا نکاح خود کر لینے کا اختیار - ظاہر ہے کہ اس قسم کے اختیار کی بدولت عورت بعض اوقات جلد بازی میں یا جذباتی بن کر غلط فیصلے کر سکتی ہے، جس کا نتیجہ بعد میں چل کر برا نکل سکتا ہے - اور عورت کو اس قسم کا اختیار دینا اکثر و بیشتر خود اس کے حق میں مضر ہو سکتا ہے -

عورت کا انتخاب

اوپر جو کچھ عرض کیا گیا وہ مرد کے انتخاب کے بارے میں تھا - اب رہا عورت کے انتخاب کا مسئلہ تو اس میں کفاءت یا برابری (ہمسری) شرط نہیں ہے - مگر اس سلسلے میں کافی سوچ بچار سے کام لینے کی ضرورت ہے - کہ جس عورت یا جس دوشیزہ کو اپنا جیون ساتھی بنانے کے لئے منتخب کیا جا رہا ہے وہ کچھ معیار کے مطابق ہے یا نہیں ؟ اس معاملے میں جذباتی بن کر فیصلہ کرنا ٹھیک نہیں ہو سکتا - چونکہ نکاح بار بار نہیں ہوتا - بلکہ ہندوستان جیسے معاشروں میں تو عموما زندگی میں صرف ایک ہی بار

ہوتا ہے۔ کیونکہ یہاں پر دوسری شادی کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔ بلکہ اگر اس کی نوبت آ بھی جائے تو عموماً "روکھی سوکھی" پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ہندو رسم و رواج کی وجہ سے یہاں کا ماحول کافی بگڑا ہوا ہے۔ لہٰذا نکاح ثانی کے لئے دوبارہ کسی دوشیزہ یا کنواری لڑکی کا حصول جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔

اس سلسلے میں خود حدیث نبوی سے کافی رہنمائی حاصل ہوتی ہے کہ اپنی زندگی کو خوش گوار اور مسرت بخش بنانے کے لئے ہمیں کس قسم کی عورت کا انتخاب کرنا چاہیے؟

عورت کے انتخاب کا غلط طریقہ

عورت کے انتخاب میں عام طور پر لوگ لڑکی کے اخلاق اور اس کی دینداری سے زیادہ اس کے مال و دولت یا اس کے حسن اور اس کی خوبصورتی کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں۔ تو اس سلسلے میں بعض حدیثوں میں اس قسم کے رجحان کو غلط اور غیر تعمیری فعل قرار دیا گیا ہے۔ کسی عورت سے محض اس کے مال و متاع، حسن و خوبصورتی اور حسب و نسب کی بنا پر نکاح کرنا ایک غیر دانش مندانہ فعل ہے، جس کے نتائج آگے چل کر خراب نکل سکتے ہیں۔

من تزوج امراة لعزها لم یزده الله الا ذلا، و من تزوجها لمالها لم یزده الله الا فقرا، و من تزوجها لحسبها لم یزده الله الا دناءة، و من تزوج امراة لم یردبها الا ان یغض بصره، و یحصن فرجه، اویصل رحمه، بارک الله له فیها و بارک لها فیه۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی عورت سے محض اس کی شہرت کی بنا پر نکاح کیا تو اللہ اسے ذلیل کرے گا۔ اور جس نے کسی عورت سے محض اس کے مال کی بنا پر بیاہ کیا تو اللہ اس کے فقر و محتاجی میں اضافہ کرے گا۔ اور جس نے کسی عورت سے محض اس کے حسب و نسب کی بنا پر شادی کی تو اللہ اسے پست و حقیر کرے گا۔ اور جس نے کسی عورت سے نکاح اپنی نظر نیچی رکھنے، اپنی شرمگاہ کو برائی سے بچانے اور صلہ رحمی کی غرض سے کیا تو اللہ ایسے مرد اور عورت دونوں کو خیر و برکت سے نوازے گا۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تزوجوا النساء لحسنهن، فعسی حسنهن ان یردیهن۔ ولا تزوجوهن لاموالهن، فعسی اموالهن ان تطغیهن۔ ولکن تزوجوهن علی الدین۔ ولامة خرماء سوداء ذات دین افضل۔

عورتوں سے ان کے حسن و جمال کی بنا پر نکاح مت کرو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کا حسن و جمال انہیں مغرور کر دے۔ نیز تم عورتوں سے ان کی مالداری کی بنا پر بھی نکاح مت کرو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کا مال انہیں سرکش بنا دے۔ لیکن تم ان سے ان کی دینداری کی بنا پر نکاح کرو (اور یاد رکھو کہ) ایک کالی کلوٹی اور کن کٹی مگر دیندار لونڈی بھی البتہ افضل ہو سکتی ہے۔

عورت کے انتخاب کا صحیح طریقہ

عورت کے انتخاب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ عورت کی ظاہری خوبیوں کو نظرانداز کرتے ہوئے سب سے پہلے اس کی باطنی خوبیوں کو ٹٹولنا چاہئے۔ یعنی یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کی سیرت و کردار اور اخلاق و عادات کا کیا حال ہے اور وہ دین کی کس حد تک پابند ہے؟ دنیوی چیزیں تو آنی جانی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مال و متاع قائم و دائم رہنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا عقل اور دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ عورت کے انتخاب میں دینداری کو اولیت دی جائے۔ قرآن اور حدیث میں صراحتًا و اشارۃً تاکید ہے کو عورت کا انتخاب ایسا ہونا چاہئے جس کے باعث وہ مرد کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اور اس کی دینداری میں اضافہ کا باعث ہو۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرۃ اعین: اور (رحمان کے بندے) وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو ہماری بیویوں اور بچوں کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔ (فرقان: ۷۴)

اس کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہوا کہ ہم کو اللہ تعالی سے ہمیشہ نیک بیویوں اور صالح اولاد کے عطا کئے جانے کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ اور اس کا منطقی تقاضا یہ ہے کہ ہم کو اپنی زندگی میں اس کی عملی جدوجہد بھی کرتے رہنا چاہئے۔ اس اعتبار سے اس آیت کریمہ کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم کو بیاہ سے پہلے عورت کے انتخاب میں اس پہلو کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ حدیثوں میں اس آیت کریمہ کی شرح و تفسیر اس طرح آئی ہے:

تنکح المراۃ لاربع: لمالھا ولحسبھا، جمالھا ولدینھا، فاظفر بذات الدین تربت یداک: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت سے چار باتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے، اس کے خاندان کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے۔ تو تم دیندار عورت کو منتخب کر لو۔

واقعہ یہ ہے کہ مرد اور عورت کا ساتھ عمر بھر کے لئے ہوتا ہے ۔ لہٰذا اگر اخلاق و دینداری کو بنیاد نہ بنایا جائے تو ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر میاں بیوی میں رنجشیں پیدا ہوں اور زندگی کے مختلف موڑوں پر وہ ایک دوسرے کا ساتھ نہ دے سکیں یا ان دونوں میں ہمیشہ کھٹ پٹ ہوتی رہے' جس کے باعث ان کی زندگی اجیرن بن جائے ۔ اسی بنا پر ایک حدیث میں ایک نیک سیرت عورت کو ایک گراں مایہ شے یا خداوند کریم کا سب سے بڑا عطیہ قرار دیا گیا ہے ۔

الدنیا کلھا متاع' و خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ : یہ پوری دنیا ایک متاع ہے اور دنیا کا بہترین متاع ایک نیک سیرت عورت ہے ۔

دینداری کے ساتھ ساتھ اگر کسی عورت میں مذکورہ بالا خوبیاں بھی جمع ہو جائیں تو پھر سونے پر سہاگہ ہے ۔ ورنہ بغیر دینداری کے دیگر تمام خوبیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے ۔ کیونکہ دینداری ہی کی بنا پر کسی عورت میں شوہر کی کامل اطاعت و فرمانبرداری اور اس سے ہمدردی و وفاداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے ۔ نیز بعض روایات میں آتا ہے کہ بیاہ کسی اچھے قبیلے یا خاندان میں کرنا چاہئے ۔ کیونکہ ماں باپ کے عادات و اطوار عموماً بچوں میں بھی سرایت کر جاتے ہیں ۔

بقیہ صفحہ ۳۴ سے : جدید عالمی نظام

ایسے افراد کو حساس حکومتی عہدوں پر متمکن نہ ہونے دینا۔

(۶) امریکہ منصوبہ بندی کی آخری شق، غالباً امریکی کرب کی سب سے واضح صورت ہیں پاکستان اور سوڈان ایسے ممالک کو بطور سزا مالی امداد اور جنگی ساز و سامان نہ دینے پر مشتمل ہے کیونکہ ان کا جرم یہ ہے کہ وہ اسلامی سوچ رکھتے ہیں اور یہاں کے عوام ملک میں اسلام کی حکمرانی چاہتے ہیں امریکہ چاہتا ہے کہ یہ ممالک معاشی پسماندگی اور بھوک کا شکار رہیں تاکہ ان کے عوام فارغ البال ہوں نہ وہ اسلامی تحریک کے لیے سوچ سکیں نہ وقت نکال سکیں۔

سارے امریکی منصوبہ پر طائرانہ نظر ڈالیں تو اس میں پسندیدہ ممالک خلیجی ریاستیں ہیں غالباً اپنی دولت کی وجہ سے جو امریکہ کا مطمع نظر ہے، قابل قبول ایران، شام، مصر اور حبشہ ہیں کیونکہ وہ امریکہ کے لیے خلیجی دولت کی حفاظت میں اس کے معاون بنے ہوتے ہیں، ناپسندیدہ پاکستان، بنگلہ دیش، الجزائر، لیبیا اور سوڈان ہیں کیونکہ یہاں اسلامی تحریکیں موثر ہیں اور امریکہ کے لیے خطرہ ہیں۔ (عربی اخبار الخلیج سے ترجمہ)
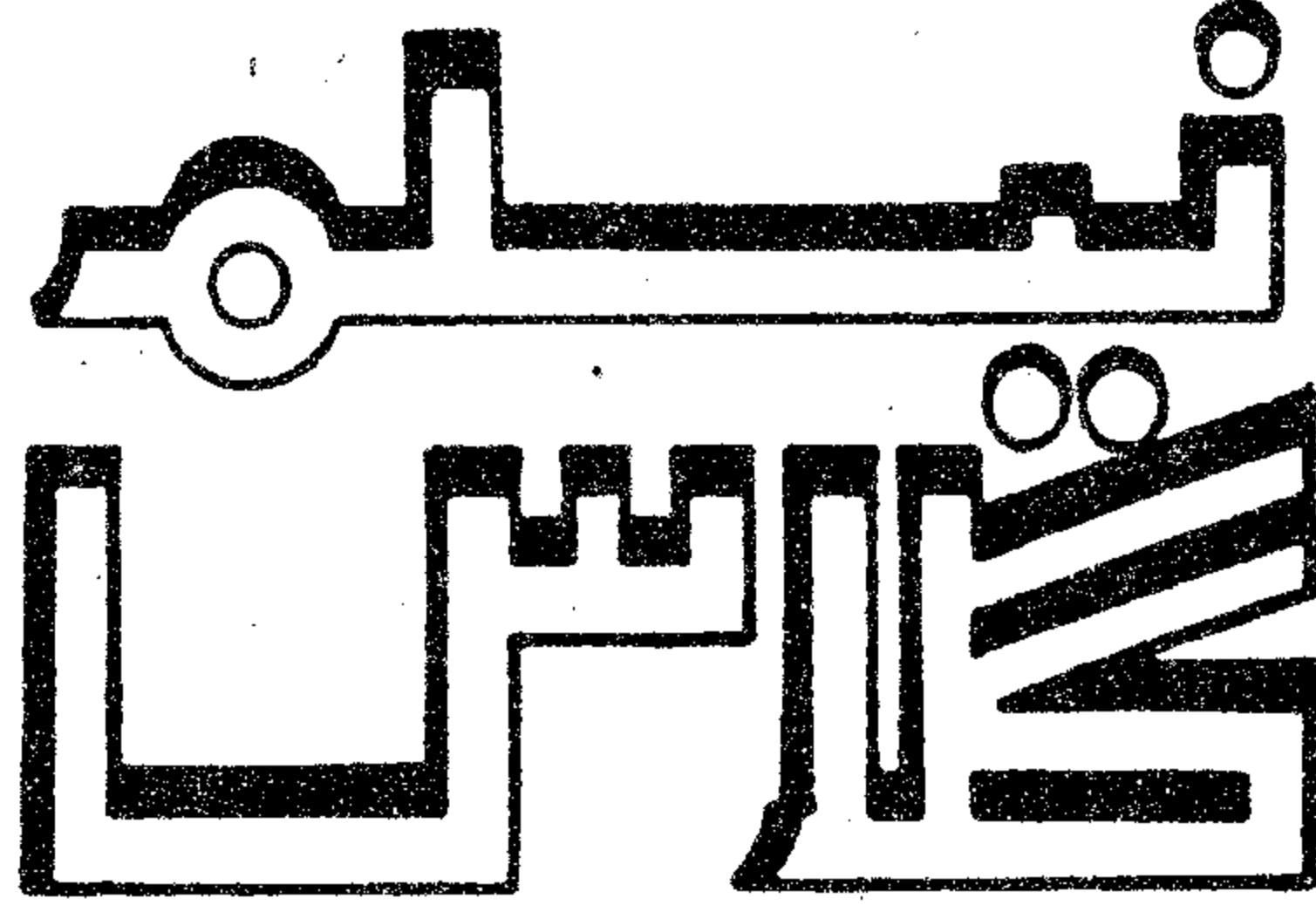
محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنّت
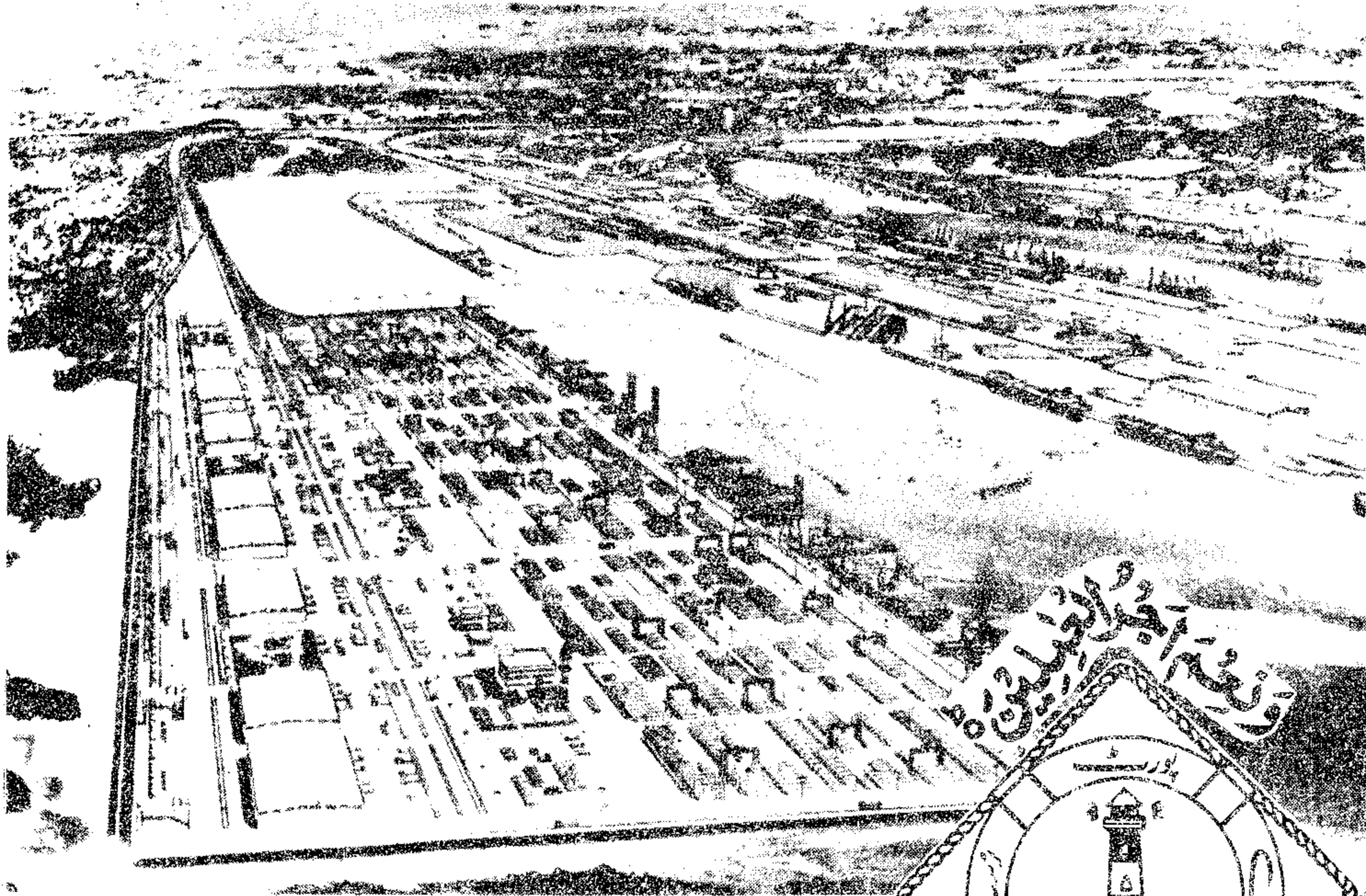
بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجینئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

حضرات قارئین کرام، احقر الوری راقم الآثم نے دسمبر ۱۹۹۱ء میں موقر جریدہ الحق کے تیسرے شمارہ میں بعنوان جبین کروٹ ہے یا ماتھا؟ ایک مقالہ لکھا تھا جس میں اس بندہ کا روسیاہ نے لسان العرب جیسی معتبر اور مقبول عالم لغت و احادیث اور تفاسیر کے معتبر حوالوں سے ثابت کیا تھا کہ عربی زبان میں جبین پیشانی کی کروٹ کو کہتے ہیں نہ کہ پیشانی کو۔ اس کی تردید میں بعض حضرات نے غیر معتبر اور شاذ روایات کا سہارا لے کر بعض بزرگ ترین علماء کرام و مفسرین عظام رحمہم اللہ کی بے جان وکالت و دفاع کرتے ہوئے کمزور سطح کے جو مقالات تحریر فرمائے ہیں ان کو پڑھ کر سخت قلق ہوا ہے کہ ان حضرات نے اصل حقائق و دقائق پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک طرف ہوا میں قلعہ تعمیر کرنے کی سعی کی ہے اور دوسرے علمی حقائق و مضمرات کے بحر عمیق میں کاغذی کشتی کی شناوری کرنے کی کوشش کی ہے۔

ان مقالہ نگاروں میں صرف سعادۃ المعالی حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ العالی نے اصل حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے وقیع اور معلومات افزا مقالہ میں اس لاشئی کی تائید کے لیے مئی ۱۹۹۲ء کے باوقار مجلہ الحق کے آٹھویں شمارہ میں مزید ٹھوس دلائل و براہین سے وضاحت و صراحت کے ساتھ یہ بات ثابت کر دی ہے کہ جبین کے معانی پیشانی کی کروٹ ہی کے ہیں نہ کہ ماتھا کے۔

قارئین عظام سے گزارش ہے کہ وہ زیر نظر میری گزارشات کو پڑھنے سے پہلے دسمبر ۱۹۹۱ء کے ماہنامہ الحق میں جبین کروٹ ہے یا ماتھا؟ کے زیر عنوان اس ننگ اسلاف کی گزارشات کو بنظر امعان غور سے ایک بار پھر پڑھ لیں تاکہ اصل حقائق و دقائق کے لیے انشراح و انفراج ہوتا چلا جائے۔ جبین کے معنی ماتھا یا پیشانی کرنے والے علماء و مفسرین عظام علیہم سحائب الرحمت والرضوان کی وکالت و دفاع کرنے والے حضرات کے لیے ایک مثال عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ بقرار زیر علم و عرفان کی بلند ترین عمارت کے معروض اساطین کی وکالت و دفاع وہ کس صورت میں اور کیسے کریں گے؟ چنانچہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب کنز الدقائق کے مصنف، فقیہ بے نظیر، مفسر شہیر تفسیر القرآن مدارک التنزیل میں ارقام فرماتے ہیں۔

واجمعوا علی ان الشمس فی السماء الرابعة۔ (مدارک التنزیل ج۲ ص۲۹۶ مطبوعہ بیروت)

اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سورج چوتھے آسمان پر ہے۔

۲۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تغمدہ اللہ برحمتہ بھی اپنی تفسیر میں جس کے توں رقمطراز ہیں کہ چاند پہلے آسمان پر اور سورج چوتھے آسمان پر ہے۔

۳۔ عظیم مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالحق حقانی روح اللہ روحہ نے تو قدیم یونانی ہیئت دانوں کے فلسفہ سے متاثر ہو کر فتح المنان جیسی معتبر تفسیر میں نو آسمانوں کا نقشہ بنا کر بتایا ہے کہ چاند پہلے آسمان پر اور سورج چوتھے آسمان پر ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم شروع ہی سے یہ بتاتا چلا آرہا ہے کہ:۔

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ۔ (الانبیاء ۳۳ - یٰس ۴۰)

تمام اجرام فلکی (آسمان دنیا کے نیچے) اپنے اپنے مدار میں پڑے تیرتے ہیں۔

— یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اگر نظام شمسی کے سیارے اور ستارے مختلف آسمانوں میں ہوتے تو ارشاد ہوتا کہ وَكُلٌّ فِي أَفْلَاكٍ يَسْبَحُونَ۔ فلک کا لفظ واحد لا کر صاف بتا دیا ہے کہ تمام اجرام فلکی آسمان دنیا کے نیچے مختلف بلندیوں پر اپنے اپنے فلک (دائرہ) میں تیرتے ہوئے آ اور جا رہے ہیں۔

دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا ہے:۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ۔ (الملک ۵)

اور ہم نے آسمان دنیا (پہلے آسمان) کو ستاروں کے چراغوں سے مزین کر رکھا ہے اور ہم نے ان ستاروں کے چراغوں کو شیاطین کے لیے ایک طرح کی زد بنایا ہے۔

اس آیت کریمہ نے بات اور صاف کر دی ہے کہ تمام کے تمام ستارے اور سیارے آسمان دنیا یعنی پہلے آسمان کے نیچے ہیں اور چاند و سورج بھی تو ستارے ہی ہیں۔

جن حضرات نے میرے مقالہ کی تردید فرمائی ہے ان سے مؤدبانہ التماساً عرض ہے کہ کیا آپ حضرات یہاں بھی ان مذکورہ بالا اکابر کی وکالت و دفاع کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمائیں گے کہ چاند دو ہیں۔ ایک پہلے آسمان پر اور دوسرا آسمان کے نیچے خلا میں۔ اور اسی طرح سورج بھی دو ہیں ایک چوتھے آسمان پر اور دوسرا پہلے آسمان یعنی آسمان دنیا کے نیچے خلا میں ہے جیسا کہ آپ حضرات نے اپنے اپنے مقالہ میں یہ فرما دیا ہے کہ جبین کے دو معنی ہیں ایک پیشانی اور دوسرا پیشانی کی دو کروٹیں۔

اجرام فلکی کی بابت آپ کی یہ تاویل آج سے سو سال پہلے تو شاید کوئی مان لیتا لیکن آج کے موجودہ دور

یں نظام شمسی کے سیاروں اور ستاروں کی بابت اکابر کے دفاع میں آپ کی یہ تاویل کوئی بھی ماننے کے لیے ہرگز تیار نہ ہوگا کیونکہ موجودہ علم ہیئت کے سائنس دانوں نے آلات جدیدہ اور جدید رصدگاہوں سے عملاً یہ بات ثابت کر دی ہے کہ تمام کے تمام سیارے اور ستارے پہلے آسمان یعنی آسمان دنیا کے نیچے خلا میں اپنے اپنے ORBIT مدار میں تیرتے چلے آ اور جا رہے ہیں۔ احادیث کے ذخیرہ سے بھی یہ بات ثابت ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ احقر کی کتاب قرآنی فلسفہ نظام شمسی اور مولانا محمد موسیٰ صاحب کی فلکیات۔

قرآن حکیم میں ایک جگہ صاف بتا دیا ہے کہ زمین کی طرح باقی سیاروں میں بھی مخلوق آباد ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ۔ (الشوریٰ ۲۹)	اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے اور ان جانداروں کا جو اس (اللہ) نے آسمانوں اور زمینوں میں پھیلا رکھے ہیں اور وہ جب چاہے ان کے جمع (اکٹھا) کرنے پر قادر ہے۔

سائنس جوں جوں ترقی کرتا جا رہا ہے دین اسلام کی تائید و تصدیق ہوتی چلی جا رہی ہے۔ سائنسدانوں نے تو آج بتایا ہے کہ مریخ سیارہ میں ایک مخلوق آباد ہے جسے دیکھنے کے لیے مریخ پہ جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں لیکن قرآن کریم نے صدیوں پہلے اس آبادی کی اطلاع دے رکھی ہے۔ ہیئت دانوں نے کھربوں روپے خرچ کرنے کے بعد آج بتایا ہے کہ سورج سے چار ارب میل دور پلوٹو نامی برف کا ایک سیارہ ہے لیکن قرآن حکیم نے آتے ہی برسوں نہیں صدیوں پہلے بتایا تھا کہ آسمان میں برف کے بڑے بڑے پہاڑ موجود ہیں ارشاد ہے۔

وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ ۔ (النور ۴۳)	اور اتارتا ہے آسمانوں کی طرف سے پہاڑوں سے کہ بیچ ان کے ہے سردی اولوں کی یعنی آسمان میں اولوں کے برفانی پہاڑ موجود ہیں۔

قارئین کرام۔ میرا یہ ایمان ہے کہ حضرت شیخ الہند اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے اکابر علماء کرام جو جوتے پہن کر تبلیغ اسلام اور درس و تدریس کے لیے چلتے تھے ان کے ان جوتوں کا اللہ کے نزدیک بہت بڑا درجہ ہے اور ان کے ان جوتوں سے لگ کر اڑنے والا گرد و غبار بھی مجھ جیسے ناکارہ خلائق سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے۔ اس کے باوجود میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اگر ایک عورت قرآنی آیت سے امیر با تدبیر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تقلیل مہر کی بات کو رد کرنے سے گستاخ نہیں سمجھی جاتی بلکہ فاروق اعظم اس کی تعریف کرتے ہیں تو پھر محض اللہ کی رضا کے لیے مضبوط دلائل کی بناء پر کسی بزرگ کی چوک کو ظاہر کرنے سے کسی اہل ایمان کو کوئی باک

نہ ہونا چاہیئے۔ غور فرمایئے سورۃ نساء کی آیت ۹۲ کے تحت حضرت شیخ الہند علیہ سحائب الرحمت والرضوان نے جو قلیل سی دیت لکھی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سو اونٹوں والی ثقہ حدیث کے مقابلہ میں بھلا کیسے قبول کی جا سکتی ہے؟ صدیقی ٹرسٹ کراچی نے بھی حاشیہ پر اس کی تردید کردی ہے۔ میرے منتقدین حضرات اب اس عظیم عالم دین کا دفاع ووکالت کرنے کے لیے کس راستے سے تشریف لائیں گے؟۔

عود الی المقصود ۱۔ گورنمنٹ کالج صوابی کے شعبہ عربی واسلامیات کے چیئرمین عزت مآب پروفیسر حمید اللہ قریشی صاحب نے راقم آثم کے مذکورہ بالا مقالہ کے رد میں ایک مقالہ لکھا ہے جو جنوری ۱۹۹۲ء کے الحق میں شائع ہوا ہے۔ اس میں پروفیسر موصوف احقر کی تردید فرماتے ہوئے بخاری کتاب الوحی کی وہی حدیث جسے میں نے اپنے مقالہ مذکورہ میں نقل کر دیا ہوا ہے کہ یہ الفاظ وان جبینہ یتفصد عرقا لکھ کر اپنی تائید میں عربی کے دو شعر پیش کر کے خامہ فرسا ہیں کہ اردو زبان میں یہ لفظ (جبین) صریحاً پیشانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ ؎

تو اپنی سرنوشت اب اپنے قلم سے رکھ
خالی رکھی ہے خامہ حق نے تیری جبین

آخر یہ لفظ اردو میں کہاں سے آیا۔

جناب پروفیسر موصوف سے بصد ادب گزارش ہے کہ وہ نور اللغات، فرہنگ آصفیہ، تاریخ اردو اور تاریخ ادب اردو وغیرہ کا بنظر امعان مطالعہ کریں تو انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ یہ لفظ آخر اردو میں کہاں سے آیا ہے۔ تشکیک و ریب کے رفع کے لیے ذرا فرہنگ اردو بھی دیکھ لیجئے۔

راقم آثم نے بخاری کتاب الوحی کی متعلقہ حدیث اپنے مقالہ کے آخر میں لکھ کر نوک قلم سے زین قرطاس پر یہ بھی نقل کر دیا ہوا ہے کہ شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ جبین جبہہ (پیشانی) کا کنارہ ہے اور انسان کی پیشانی کی دو جبینیں ہیں اور کہا گیا ہے کہ جبین پیشانی کے سوا ہے اور وہ کنپٹی کے اوپر ہے اور جبینیں دو ہیں ایک پیشانی کے دائیں طرف اور دوسری بائیں طرف۔

(ملاحظہ ہو الحق دسمبر ۱۹۹۱ء بحوالہ عمدۃ القاری شرح بخاری صہ ۱ج ۴)

جناب پروفیسر موصوف کو چاہیئے تھا کہ وہ اس کی تنقید و تنقیص کے لیے عمدۃ القاری سے زیادہ معتبر کسی شرح بخاری کا حوالہ دیتے۔ اور قرآنی کلمہ جبین کا معنی پیشانی کرتے ہوئے تفسیر بیضاوی اور بحر المحیط سے معتبر کسی قدیم تفسیر کا حوالہ پیش کرتے اسی طرح لسان العرب سے زیادہ معتبر کسی لغات عربی سے اپنے موقف کا ثبات

کرتے لیکن انہوں نے قرآن کریم کی عربی تفاسیر اور شروح حدیث اور عربی لغات کو چھوڑ کر اردو کے شعر کا سہارا لیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ بڑے بڑے قد آور نفوس قدسیہ کے مقابلہ میں پروفیسر موصوف نے باونے اکر کھڑے کر دیتے ہیں۔ فافهموا وتدبروا وتفكروا يا اولى الالباب۔

پروفیسر موصوف الحق جنوری ۱۹۹۲ء کے ص۳۲ پر خامہ فرسا ہیں۔

امام بخاری نے حضرت عائشہؓ کی جو روایت بیان کی ہے اس میں ہے کہ سخت سردی کے موسم میں آپ پر وحی اترتی، جب وحی موقوف ہوتی تو آپ کی جبین سے پسینہ بہنے لگتا۔ وان جبينه ليفصل عرقا۔

اگر جبین سے مراد صرف ماتھے کی کروٹ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کروٹ سے پسینہ بہتا۔ اور دوسری کروٹ خشک رہتی تھی تو آپ نے جبینان نہیں کہا لیکن ایسا ناممکن ہے۔ پس صحیح معنی یہ ہیں کہ آپ کی پیشانی سے پسینہ بہتا تھا۔ بلفظہ۔

اس سے یہ بات مترشح ہے کہ پروفیسر موصوف کو قواعد عربی و شروح بخاری اور قرآن کریم کا مطالعہ اور استفادہ کرنے کی کبھی فرصت ہی نہیں ملی ورنہ وہ یوں ہرگز نہ کہتے، کم از کم اگر میرے مقالہ ہی کو غور سے پڑھ لیتے تو وہ بھی سمجھ جاتے کہ حدیث مذکور میں جبینان کے تثنیہ کو ہی جبین فرمایا ہے۔

چنانچہ محدث خبیر علامہ عینی اس کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں کہ۔ وهي جبينان عن يمين الجبهة وشمالها۔ (عمدة القاری ص۱ ج۱) وہ دو جبینیں ہیں ایک پیشانی کے دائیں طرف اور دوسری بائیں طرف۔

اس شرح سے پروفیسر موصوف پر واضح ہو جانا چاہیئے کہ کتاب و سنت کے بعض مقامات میں تثنیہ کیلئے لفظ واحد ہی بولا جاتا ہے جیسا کہ بخاری کی مذکورہ حدیث میں ہے قرآن میں بھی ہے۔

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوهُ اِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ۔ (التوبہ ۶۲)	مسلمانو! یہ لوگ تمہارے سامنے خدا کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کر لیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اس کو راضی کریں۔

غور فرمایئے پہلے اللہ اور اس کے رسولؐ دونوں کے اسمائے گرامی لیے گئے ہیں اور آگے ہُ کا واحد لفظ لیا گیا ہے۔ کیا آپ یہاں بھی یہ فرمائیں کہ صرف اللہ کو راضی کر لو، اس کا رسولؐ ناراض پڑا رہنے دو۔ صرف اللہ کے رسول کو راضی کر لو اور (معاذ اللہ) اللہ کو ناراض ہی رہنے دو۔ فافهم وتدبر وتفكر

حضرت مولانا ذاکر حسن نعمانی زید عرفانہ کا بھی اس حقر الوری کی تنقید و تردید کے لیے فروری، مارچ ۱۹۹۲ء

مطابق رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ کے ماہنامہ الحق صفحہ تا صفحہ میں ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس میں مولانا موصوف خامہ فرسا ہیں کہ۔ امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں لکھتے ہیں۔

جبین قال اللہ تعالیٰ وتلہ للجبین	اللہ تعالیٰ نے فرمایا پچھاڑا اس کو کروٹ کے
فالجبینان جانبا الجبهة۔	بل۔ پس جبینیں وہ ہیں ایک جبہہ (پیشانی)
	کے دائیں طرف اور دوسری بائیں طرف۔

یہ حوالہ میری تائید اور مولانا کے موقف کی تنقیص و تنقید کرتا ہے۔ آگے مصباح اللغات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ صاحب مصباح اللغات نے پیشانی اور پیشانی کا کنارہ معنی کیا ہے۔

یہاں مولانا موصوف یہ بات بھول گئے ہیں کہ مصباح اللغات کے مؤلف علامہ بلیاوی حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں جو عبارت میں سکونت پذیر ہیں وہ خود لکھتے ہیں کہ میری مصباح اللغات منجد کا خلاصہ ہے اور منجد مسٹر لوئیس عیسائی کی تالیف ہے جس کی بابت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع نعمہ اللہ برحمتہ رقمطراز ہیں منجد کا مؤلف عیسائی ہے اس لیے اس نے اپنے مذہبی تصورات کے پیش نظر بہت سے کلمات کا مطلب غلط بتایا ہے گویا منجد غیر معتبر عربی لغت ہے۔

کراچی سے مترجم منجد کی اشاعت تجارتی بناء پر ہوئی ہے نہ کہ علمی بنا پر۔ فافهم وتدبر۔

پھر مولانا موصوف مختار الصحاح کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں۔

الجبین فوق الصدغ وهما جبينان	جبین کنپٹی کے اوپر ہے اور وہ دو جبینیں ہیں
عن یمین الجبهة وشمالها۔	ایک جبہہ (پیشانی) کے دائیں طرف اور
	ایک بائیں طرف۔

راقم آثم نے بھی لسان العرب اور بیضاوی کے حوالے سے یہی لکھا ہے۔ یہ عبارت بھی مولانا موصوف کے موقف اور وکالت و دفاع کی تردید و تنقید اور تنقیص کر رہی ہے اور اس ہیچ مدان کی تائید۔

آگے چل کر مولانا موصوف مجاز القرآن کے حوالہ سے خامہ فرسا ہیں کہ:۔

"وصرعه وللوجه جبينان والجبهة بينهما۔	چہرہ کی دو جبینیں ہیں اور ماتھا ان کے بیچ کے حصہ کو کہتے ہیں۔

یہ حوالہ بھی مولانا کے موقف کی تردید کر رہا ہے۔

مولانا موصوف ذرا غور تو فرمائیں کہ جب معتبر لغویین نے ثابت کر دیا ہے اور جسے آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جبین جبہہ کے دائیں اور بائیں کنارں کو کہتے تو پھر جبین کا معنی جبہہ یعنی ماتھا یا پیشانی کیسے صحیح

ہو سکتا ہے؟ فافهم وتفکر وتدبر۔

جناب عزت مآب، دو کشتیوں پر پاؤں رکھ کر بحر عمیق میں سفر کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ پھر کروٹ بدن اور کروٹ پیشانی میں بھی آپ فرق و امتیاز نہیں رکھ سکے۔ آپ یہ سوچنا بھول گئے ہیں کہ یہ دونوں لازم ملزوم ہیں منہ کے بل لیٹنے کے برعکس اگر کوئی بدن کی کروٹ پر لیٹے گا تو لامحالہ اس کی پیشانی کی کروٹ بھی زمین پر ہوگی اور اگر کوئی پیشانی کی کروٹ کے بل لیٹے گا تو بھی لامحالہ اس کے بدن کی کروٹ بھی زمین پر ہوگی اس لحاظ سے کثرت استعمال کی وجہ سے دونوں پر لفظ کروٹ کا اطلاق صحیح ہے۔ پھر سیدنا ابراہیم کے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے خلاف عادت منہ کے بل زمین پر لٹانے کی داستان فرضی و بعید القیاس اور اسرائیلیات میں سے ہے۔ فافهموا وتدبروا وتفکروا۔

الغرض حضرت مولانا بالفضل اولٰنا کا مقالہ ہوا میں قلعہ تعمیر کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

مولانا موصوف نے اپنے موقف جبین کے معنی پیشانی کے ہیں کی تائید میں کسی معتبر لغت عربی کا حوالہ نہیں دیا۔ درحقیقت حضرت مولانا صاحب نے اس ہیچ میرز کے مقالہ کو بنظر امعان پڑھے بغیر ہی بحالت انفعال و غیظ ایک تردیدی مقالہ لکھ ڈالا اگر وہ غور سے اسے پڑھتے تو اس لاشئ کی بابت یہ ہرگز نہ لکھتے کہ یہ بات بھی غلط ہے کہ اس غلطی کی ابتدا شاہ عبدالقادر سے ہوئی ہے کیونکہ آپ سے پہلے کئی مفسرین بھی اس قسم کا ترجمہ کر چکے ہیں۔

امر واقع یہ ہے کہ احقر وانقر نے یوں لکھا ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے ۱۲۰۵ھ موافق ۱۷۹۰ء میں قرآن کریم کا اردو میں سب سے پہلا جامع ومانع ترجمہ جب کیا تو وہ بھی جبین کا ترجمہ ماتھا کر گئے۔ یہ جامع ومانع ترجمہ ہے بعد کے تراجم اسی کا مثنیٰ ہے۔

قربان جاؤں حضرت مولانا صاحب اور دوسرے ناقدین سے جو اس جملہ کو نہ سمجھ سکے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہاں اردو ترجمہ کا ذکر ہے نہ کہ عربی فارسی کا اور لفظ بھی پکار کر کہہ رہا ہے کہ عربی و فارسی وغیرہا کے تراجم میں بھی یہ غلطی ہے۔ آگے چل کر مقالہ کے آخر میں اس بے بضاعت نے یہ لکھ دیا ہوا ہے کہ جبین کے معنی سمجھنے میں بعض پہلے علماء کرام کو بھی تسامح ہوا ہے۔ مثلاً صاحب قاموس المحیط، ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی شافعی فارسی رحمہ اللہ ولد ۷۲۵ھ توفی ۸۱۷ھ۔ وتلّه للجبين کے تحت خامہ فرسا ہیں۔

کبه لوجهه ويقال لجنبه۔ گرایا اس کو منہ کے بل اور کہا گیا ہے کہ کروٹ کے بل۔

(تنویر المقباس ص۲۷۹)

یہاں یہ بات ذہن نشین کرتے چلیے کہ مفسر حقانی اس تفسیر کی بابت فرماتے ہیں کہ اس میں رطب و یابس کا

اجماع ہے اور اسے حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔

(ملاحظہ ہو الحق دسمبر ۱۹۹۱ء ص۳۹ تا ص۴۳)

آگے چل کر حضرت مولانا ڈاکٹر حسن تھانوی زید مجدہ حقیقت کے برعکس ناصح فرما رہے ہیں کہ :۔ ہم مولانا بخاری صاحب اور ان کے ہم خیال دوستوں کو لغت و تفسیر کے اصل ماخذ کے مطالعہ و تحقیق کی پرخلوص دعوت دیتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو الحق فروری، مارچ ۱۹۹۲ء ص۴۲)

یہ راقم آثم مولانا موصوف کی ذات گرامی سے یہ سوال پوچھنے میں حق بجانب ہے کہ کیا آپ لسان العرب جیسی عظیم لغت کو لغت نہیں مانتے؟ اور تمام مدارس عربیہ کے درس نظامی میں پڑھائی جانے والی تفسیر بیضاوی کو تفسیر نہیں مانتے؟ کیا آپ کے نزدیک صرف سواطع الالہام ہی تفسیر ہے؟۔ اور یہ بھی بتلایئے کہ کشاف، بحر المحیط، علامہ محلی کی تفسیر تفسیروں میں شامل ہے کہ نہیں؟

اور علامہ بدرالدین عینی کی عمدۃ القاری شرح بخاری، شروح حدیث میں شامل ہے کہ نہیں؟ یہ وہ کتابیں ہیں جن کے میں نے حوالے دیئے ہیں۔

مولانا موصوف ماہنامہ الحق کے ص۴۲ پر بڑے کروفر سے ارقام فرماتے ہیں کہ :۔

ابوالفضل فیضی کی تفسیر بے نقط سواطع الالہام میں ہے۔

حط راسہ لسطحلہ ۔ یعنی اس کے سر کو ذبح کے لئے نیچے کیا۔

راقم آثم کا حضرت مولانا ڈاکٹر حسن تھانوی صاحب سے یہ سوال ہے کہ وہ الحق کے قارئین کو بتائیں کہ فیضی کو آپ نے کب سے مفسر قرآن تسلیم کیا ہے؟ اور سواطع الالہام کو کس خوش فہمی کی بناء پر تفاسیر قرآن میں شامل کیا ہے؟۔ اور مفسر قرآن میں جن جن اوصاف کا ہونا لازمی ہے کیا وہ سب فیضی میں آپ نے دیکھ لیے ہیں؟ کاش کہ سواطع الالہام کو تفسیر مان کر اس کا حوالہ دینے سے پہلے آپ نے کسی سے یہ پوچھ لیا ہوتا کہ فیضی کون تھا اور اس کے علم و اعمال کیسے تھے تو آپ سے اس ذہول کا ارتکاب نہ ہوتا۔

امر واقع یہ ہے کہ حضرت مولانا صاحب اصل روایت اور اسرائیلی روایت میں امتیاز نہیں کرسکے اور نہ ہی کھرے کھوٹے کی پہچان کرسکے ہیں اس لیے مولانا موصوف سے پرخلوص درخواست ہے کہ وہ اولین فرصت میں علمی، فنی واقفیت کے حصول کی کوشش کریں۔

۳:۔ حضرت مولانا صدرالقدر مدظلہ العالی تنقید کرتے ہوئے اپریل ۱۹۹۲ء کے موقر جریدہ الحق کے ص۵۵ پر رقمطراز ہیں کہ :۔

محترم مضمون نگار کا یہ ارشاد تو صحیح ہے کہ جبین پیشانی کے دائیں اور بائیں جانب دونوں کروٹوں کو کہا

کہا جاتا ہے لیکن یہ کسی نے نہیں کہا ہے کہ پیشانی پر اس کا استعمال شجر ممنوعہ ہے۔ بلفظہ۔

حضرات قارئین کرام! مولانا موصوف نے اگر معتبر کتب تفاسیر کا بنظر عمیق وامعان مطالعہ کیا ہوتا تو وہ مذکورہ بالا الفاظ اپنی زبان مبارک سے نوک قلم پر منتقل کر کے صفحہ قرطاس پر رقم نہ کرتے۔

لیجئے ملاحظہ فرمائیے کہ جبین کو پیشانی کہنا محققین علماء کرام کے نزدیک شجر ممنوعہ ہی ہے۔ وسیوں حوالوں میں سے بخوف طوالت صرف ایک ہی حوالہ پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ عظیم مفسر قرآن علامہ امام محمد فخر الدین رازی بن ضیاء الدین رقمطراز ہیں۔

وتلّه للجبين. اى صرعه على شقه	پچھاڑا اس کو اس کی کروٹ پر پھر گرا دہ اپنی
فوقع احد جبينيه على الارض	ایک جبین کے بل زمین پر اور چہرہ کی دو جبینیں
والوجه جبينان والجبهة	ہیں اور جبھہ (پیشانی) ان دونوں کے درمیان
بينهما ثم بعد ذلك ذكر الرازي	ہے اس کے بعد علامہ رازی فرماتے ہیں کہ مقاتل
وقال مقاتل كبه على جبهته وهذا	نے کہا ہے پچھاڑا اس کو اسکی پیشانی کے بل اور
خطاء لانّ الجبين غير الجبهة.	یہ غلط ہے۔ کیونکہ جبین جبھہ (پیشانی) کے
(تفسیر کبیر ج، ص۱۵۳)	سوا ہے۔

التفات حاضر اور سمع قبول سے سن لیجئے کہ امام فخر الدین رازی علیہ سحائب الرحمت والرضوان نے بات صاف کر دی ہے کہ جبین کو ماتھا کہنے والے غلطی پر ہیں اور جبین کا معنی پیشانی کرنا غلط ہے۔ فافهموا وتدبروا وتفکروا ؎

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ آتے گئے اور قافلہ بنتا گیا

حضرت مولانا مدار اللہ مدار صاحب لسان العرب جیسی مقبول عالم اور کسی معتبر عربی لغت سے اپنے موقف کی تائید میں جب جبین کے معنی پیشانی ثابت نہ کر سکے تو انہوں نے تنکے کا سہارا لیتے ہوئے منجد اور مولانا وحید الزمان[له] مقلد ثم غیر مقلد کی غیر معتبر وحید اللغات کے حوالہ سے جبین کا معنی پیشانی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا وحید الزمان[له] نے ایک ضخیم لغات لکھی تھی جو پچاس سال سے دہلی میں اور اب کراچی میں پڑی ہوئی بوسیدگی و کہنگی کے مراحل طے کر رہی ہے کسی نے نہیں خریدی۔

له ولادت ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۰ء بلدہ کانپور۔ توفی ۲۸ر شعبان ۱۳۳۸ھ موافق ۱۵ر مئی ۱۹۲۰ء مدفون وقار آباد۔ حیدر آباد دکن

وحید اللغات اس کا خلاصہ ہے جب یہ بھی نہ بن سکی تو پھر اب اس کا نام وحید اللغات کے بجائے لغات الحدیث رکھ دیا گیا ہے جس کے مقدمہ میں مؤلف لکھتے ہیں کہ یہ طلبہ کے لیے ہے نہ کہ علماء کے لیے۔

حضرت مولانا موصوف کو علمی مدرار برسانے کے لیے کسی معتبر عالمانہ لغات کا حوالہ پیش کرنا چاہیے تھا۔

۴۔ اس کے بعد مولانا عطاء الرحمٰن خانزخیل ڈی آئی خان، الحق ماہ جون ۱۹۹۲ء کے شمارہ میں ارقام فرماتے ہیں:

جن مترجم حضرات نے لفظ جبین کا معنی پیشانی کیا ہے وہ نا اتفاقی کے عالم میں نہیں بلکہ بعض روایات کی روشنی میں کیا ہے۔ حضرت مولانا موصوف سے بھی حق دفاع و وکالت ادا نہیں ہوسکا۔ آپ سے التماس امر انعت ہے کہ ان بعض روایات کی صحیح سند لکھ کر الحق کے قارئین کو مستفید و مستفیض فرمائیں کہ وہ بعض روایات کس نوع کی ہیں؟ ثقہ و متیقن ہیں یا موضوع و فرضی؟ تاکہ وکالت و دفاع کا حق ادا ہو سکے۔

آخر میں اگر یوں عرض کر دیا جائے تو مضائقہ نہ ہوگا کہ بعض تفاسیر میں جو یہ لکھا ہے کہ سیدنا اسماعیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ میرے ہاتھ پاؤں مضبوط باندھ کر اپنی آنکھوں پر بھی پٹی باندھ لو تاکہ میرا چہرہ دیکھ کر کہیں شفقت پدری تعمیل حکم میں رکاوٹ نہ بن جائے۔ درحقیقت یہ واعظین کی بنائی ہوئی اسرائیلی روایت ہے اس سے ایک طرف پیغمبران عظام علیہما السلام کی توہین ہوتی ہے اور دوسری طرف یہ روایت قرآن کریم کے خلاف ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ سیدنا ابراہیمؑ نے اپنے اکلوتے بیٹے سے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے۔

قَالَ يَٰٓأَبَتِ ٱفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِىٓ
إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰبِرِينَ
فَلَمَّآ أَسْلَمَا وَتَلَّهُۥ لِلْجَبِينِ۔
(الصّٰفّٰت ۱۰۲ - ۱۰۳)

سیدنا اسماعیلؑ نے فرمایا، اے اباجان آپ کو جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کیجئے، انشاء اللہ آپ مجھے صابر ہی پائیں گے، پھر باپ بیٹا دونوں نے جب سر تسلیم خم کر دیا تو باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لیے) کروٹ پر لٹا دیا۔

قارئین کرام غور فرمایئے قرآن کریم میں تو ہاتھ پاؤں باندھنے اور آنکھوں پر پٹی باندھنے کا اشارہ تک نہیں بلکہ قرآن حکیم تو انہیں مطیع و منقاد اور صابر بتا رہا ہے، کسی نے خوب کہا ہے کہ ؎

اگر آنکھیں بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

اگر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

Safety MILK
THE MILK THAT
ADDS TASTE TO
WHATEVER
WHEREVER
WHENEVER
YOU TAKE
YOUR SAFETY
IS OUR Safety MILK
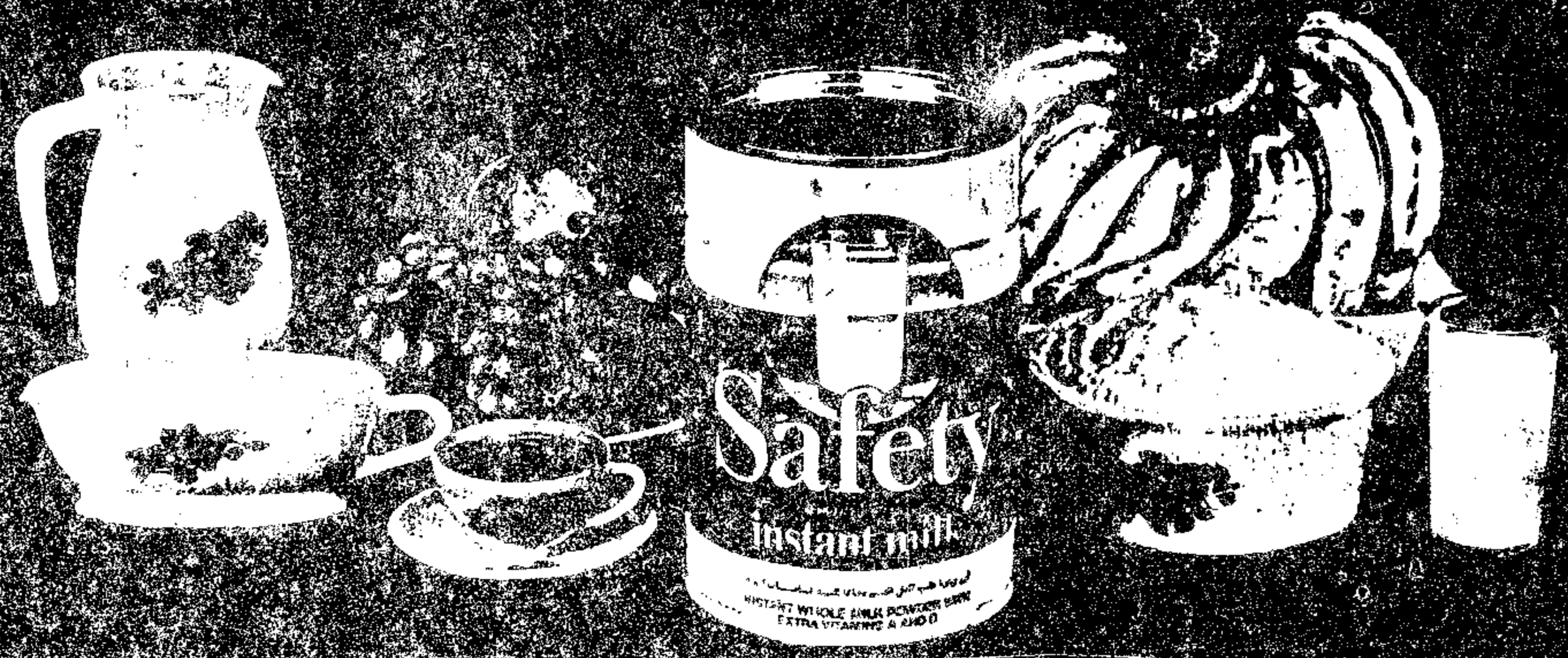
عورت کی سربراہی اور ڈاکٹر حمید اللہ کا استدلال

قطعی الثبوت اور بدیہی النظر مسائل پھر سے زیرِ بحث کیوں؟

نبوت اور عورت

روزنامہ جنگ لندن میں ڈاکٹر حمید اللہ اور عورت کی سربراہی کے عنوان سے چند مضامین شائع ہوتے ڈاکٹر جاوید اقبال اور سید افضل حیدر نے اپنے مضامین میں اس بات کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے کہ اسلامی مملکت میں عورت کو سربراہ بنانا بالکل جائز ہے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال کے بقول ڈاکٹر حمید اللہ صاحب چونکہ بہت بڑے محقق ہیں اس لیے ان کی جانب سے عورت کی سربراہی کا جواز یقیناً اس دور کی ایک بڑی خدمت اور دورِ حاضر کے مفکروں کے ذہنوں کو اپیل کرتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"ڈاکٹر حمید اللہ کا استدلال منطقی حوالوں کے مطابق ہے اور آج کے مسلمانوں کے ذہن کو اپیل بھی کرتا ہے۔"

(جنگ ۲۰ مئی ۱۹۹۲ء)

ایک اور مضمون نگار حیدر صاحب نے ۲۹ مئی کی اشاعت میں ایک طویل مضمون تحریر کیا جس میں پھر سے انہیں دلائل پر عمارت کھڑی کرنے کی کوشش کی جن کی حقیقت بارہا کھل چکی ہے۔ البتہ انہوں نے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تقاریر جو "خطبات بہاولپور" کے نام سے شائع ہے۔ بقول ان کے حیرت انگیز تحقیقی انکشاف یہ بھی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عورت بھی نبی تھی۔ صاحب مضمون نے اس تاثر کو مزید وسعت دینے کے لیے "بنی اسرائیل میں عورت نبی" کی سرخی بھی جمادی۔ گویا نبوۃ کو صرف مردوں کے ساتھ خاص کرنا مولویوں کی بات ہے جبکہ محققین کے نزدیک عورت بھی نبوۃ کے مرتبہ پر فائز ہو چکی ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

محترم جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب معروف محقق اور قدیم وثائق کے مرتب ہیں۔ آپ کی تاریخی اور تحقیقی تالیفات تحسین کی نظر سے بھی دیکھی جاتی ہیں اور علمی حلقوں میں پذیرائی بھی حاصل کرتی ہیں۔ لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود ہمیں یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ فقہ اور فتویٰ۔ قرآن وسنت سے مسائل و احکام کا استنباط ڈاکٹر صاحب موصوف کا نہ تو موضوع ہے اور نہ ہی میدان۔ بلکہ خود ڈاکٹر صاحب نے بھی کبھی اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ انہیں بھی مجتہد اور فقہی حیثیت سے دیکھا جائے۔ (البتہ ڈاکٹر جاوید اقبال کی آراء و افکار سے جو بھی متفق ہو وہ انہیں مجتہد بنا کر ہی چھوڑتے

ہیں) ہاں ڈاکٹر صاحب موصوف کی کوئی تحقیق یا تاریخی حوالہ قرآن و سنت اور اجماع امت سے ٹکرا نہ ہو تو بے شک وہ قبولیت پائے گا بصورت دیگر یہ صرف ایک تحقیق ہوگی جس پر استدلال کی بنیاد رکھنا اور عقائد کی عمارت کھڑی کر دینا کسی صورت میں بھی درست نہ ہوگا۔

عورت کی سربراہی قرآن و سنت کی نگاہ میں ہرگز درست نہیں اور اجماع امت بھی اس پہلو کی بھرپور تائید کرتی ہے۔ قرآن کریم میں بڑی صراحت کے ساتھ عورت کی محکومیت موجود ہے اور احادیث پاک اس صنف نازک کو اس قسم کے مناصب اور عہدہ دینے کی قطعاً حمایت نہیں کرتے، جن لوگوں نے تاریخی استدلال کے ذریعہ عورت کی سربراہی کو جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے، اکابرین امت نے ان حوالجات کی بھی حقیقت منکشف فرما دی۔ اور قرآن و سنت اور اجماع امت کے ذریعہ اس کی شرعی حیثیت اجاگر کر دی۔ مقام حیرت نہیں تو اور کیا ہے کہ پھر سے انہیں دلائل کو بنیاد بنایا جا رہا ہے اور عورت کی سربراہی کے جواز کو ثابت کرنے کی سعی کی جا رہی ہے۔ جاوید اقبال کہتے ہیں کہ آپ اسے فتویٰ سمجھیں یا رائے؟ ظاہر ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ کا نہ تو فتویٰ کا کام دے سکتا ہے اور نہ آپ کی رائے شرعی تقاضوں اور شرعی احکام میں جگہ پا سکتے ہیں۔ پھر یہ فتویٰ اور رائے بھی قرآن و سنت کے واضح احکام کے خلاف اور اجماع امت کے فیصلوں سے متصادم ہے اس لیے یہ ناقابل قبول نہیں ہوگی۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب اور دیگر مضمون نگار ابو داود شریف کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ جب عورت مرد کی امام بن سکتی ہے تو ملک کی سربراہ کیوں نہیں بن سکتی۔ حالانکہ ان حضرات کا یہ استدلال صحیح نہیں۔ حدیث پاک میں کسی جگہ بھی یہ بات نہیں ملتی کہ کسی مرد نے کسی عورت کی اقتدا میں نماز پڑھی ہے اس لیے کھینچ تان کر مردوں کو مقتدی قرار دینا ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر اس حدیث پاک میں اس کا اشارہ بھی ہوتا تو شارحین حدیث اسے نقل کرتے ۔ فتویٰ نہ سہی کم از کم رائے تو بیان ہوتی۔ شارحین حدیث نے اس بات پر تو ضرور بحث کی ہے کہ عورت عورتوں کی امام بن سکتی ہے یا نہیں؟ ۔ اور اس کے حدود و شرائط کیا ہے؟ اس میں بھی بعض اکابر نے " امامۃ النساء " عورتوں کی امامت کو ممنوع قرار دیا۔ بعض نے کراہت تحریمی اور بعض نے کراہت تنزیہی ۔ سے تعبیر فرمایا ہے۔ لیکن کسی بھی شارح حدیث نے مردوں کی امامت کا جواز ثابت نہیں کیا۔ بلکہ تمام فقہاء کرام خواہ وہ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتے ہوں سب نے اسے ناجائز ہی بتلایا ہے۔ جس سے یہ بات بڑی واضح ہو جاتی ہے کہ اس حدیث پاک سے کسی عورت کا مردوں کی امامت کرانے کا استدلال بالکل صحیح نہیں ہے۔

رہ گئی بات ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے خطبات میں موجود ایک حوالہ کی۔ جس میں بنی اسرائیل میں ایک عورت کے نبی ہونے کا ذکر ہے اس سے یہ استدلال کرنا کہ جب عورت نبوۃ کے مرتبہ کو پا سکتی ہے تو اسلامی ملک کی سربراہ ہونے میں کیا حرج ہے؟ بھی غلط استدلال ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں صاف طور پر نبوۃ کو مردوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور

بتایا ہے کہ یہ عہدہ جلیلہ ہمیشہ مردوں کو عطا کیا گیا ہے ۔ قرآن کریم میں ہے ۔

وما ارسلنا من قبلك الا رجالاً نوحی — اور ہم نے بستیوں والوں میں سے آپ سے قبل
الیهم من اهل القریٰ (پ۱۳ سورہ یوسف) — بس مردوں ہی کو بھیجا کہ ہم نے ان کی طرف وحی کی ۔
وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی — اور ہم نے آپ کے قبل مردوں ہی کو رسول بنا
الیهم (پ۱۴ سورہ النحل) — کر بھیجا جن پر ہم وحی بھیجا کرتے ہیں ۔

ان دونوں آیتوں میں لفظ " رجال " موجود ہے اگر بنی اسرائیل میں کسی بھی عورت کو نبوۃ ملی ہوتی قرآن کریم کی ان آیات میں ان کا صریح تذکرہ نہ سہی کم از کم اشارہ تو ہوتا ۔ فقہاء اور مفسرین نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ " پیغمبری ہمیشہ مردوں ہی میں رہی ہے کوئی عورت کبھی اس مرتبہ پر فائز نہیں کی گئی ۔

الاية تدل ان الله تعالیٰ ما بعث رسولاً الی الخلق من النسوان (تفسیر کبیر) یخبر تعالیٰ انه انما ارسل رسوله من الرجال لا من النساء وهذا قول جمهور العلماء (ابن کثیر) الذی علیه السنة والجماعة وهو الذی نقله الشیخ ابو الحسن علی بن اسماعیل الاشعری عنهم انه لیس فی النساء نبیّة (ابن کثیر) یعنی رجالاً لا نساءً (بحر عن ابن عباس) فالرسول لا یکون امرأة (بحر) قیل معناه نفی استنباء النساء (بیضاوی) (ماخوذ از تفسیر ماجدی صـ۵۰۹)

قرآن کریم کی آیت اور حضرات مفسرین کے ارشادات آپ کے سامنے ہیں اب یہ مضمون نگار کی مرضی پہ منحصر ہے کہ قرآن کریم کی تصریح مانیں یا پھر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تحقیق مانیں ۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صاحب خطبات یعنی ڈاکٹر حمید اللہ صاحب بھی اپنی تحقیق پر ایمان رکھتے ہیں ؟ کیا آپ بھی اس کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ عورت کو بھی نبوۃ کے مرتبہ پر فائز کیا گیا تھا ؟ مضمون نگار کے لیے یہ بات ضرور باعث حیرت ہوگی کہ جن امور کو ثابت کرنے کے لیے ڈاکٹر صاحب کا حوالہ دیا گیا ہے ۔ خود صاحب خطبات اس کی تردید کرتے ہیں ۔ اور اقرار کرتے ہیں کہ عورت اور نبوۃ جمع نہیں ہو سکتی یعنی کسی عورت کو یہ رتبہ نہیں دیا گیا ۔ جاوید اقبال بھی اسی موقع کی تلاش میں تھے انہوں نے ڈاکٹر صاحب موصوف سے یہ سوال بھی کر ڈالا کہ اللہ نے نبوۃ کو مردوں کے ساتھ کیوں خاص رکھا ۔ عورت کو کیوں محروم رکھا ۔ جواباً ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے کہا کہ ۔

" چونکہ یہ قانون فطرت ہے کہ عورت نبیہ کے روپ میں اس دنیا میں نہیں بھیجی گئی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بعض مسلم یا غیر مسلم عورتیں ولیہ کے مرتبہ تک پہنچیں " (جنگ ۲۰ مئی ۱۹۹۲ء)

سوال یہ نہیں تھا کہ عورت کو ولایت مل سکتی ہے یا نہیں ۔ سوال کچھ اور تھا جس کا سیدھا سادا جواب یہ ہی تھا کہ عورت نبیہ کے روپ میں کبھی نہیں بھیجی گئی ۔ لیکن اس کے ولیہ ہونے یا نہ ہونے کو شامل کرنا ڈاکٹر صاحب موصوف

کی شان سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ اور ہر کوئی اس بات سے واقف ہی ہے کہ ولایت اور نبوۃ میں زمین و آسمان بلکہ اس سے کہیں زیادہ کا فرق ہے۔ ولایت اپنے پورے کمال کے ساتھ ہی کیوں نہ ظاہر ہو مرتبہ صحابیت کو نہیں پا سکتا تو نبوۃ کا مقام رفیع کہاں سے حاصل کر سکتا ہے۔ بہر حال ڈاکٹر صاحب نے تسلیم کر لیا کہ عورت نبی نہیں ہوتی۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خود صاحب خطبات اپنی اس حیرت انگیز تحقیقی انکشاف سے مطمئن نہیں۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ مضمون نگار نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ نہ صرف یہ کہ خطبات کا حوالہ دے کر اس کو ثابت کرنے کی کوشش کی بلکہ مہر بھی جما دی۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے مذکورہ بالا بیان میں یہ بھی غور طلب ہے کہ مسلمان عورتیں تو مقام ولایت پا چکی اور ایک نہیں اس امت میں کئی ولیہ اور صاحب کمال ہوئیں۔ لیکن غیر مسلم عورتوں کو ولایت کے مقام پر فائز کرنا ہماری سمجھ سے بالا ہے اس کی تشریح یا تو خود ڈاکٹر صاحب موصوف فرما سکتے ہیں یا پھر جاوید اقبال صاحب بتلا سکتے ہیں کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے غیر مسلم عورتیں بھی مقام ولایت پا سکتی ہیں یا نہیں ؟

خلاصہ کلام یہ کہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے استدلال بہت ہی ضعیف ہیں جبکہ ان کے مقابلے میں اکابرین امت کے استدلالات نہایت قوی اور قرآن و سنت کی صحیح ترجمانی فرماتے ہیں۔ ہم بڑے ادب کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ کسی متفق علیہ مسئلے کو بحث و مباحثہ کی آماجگاہ نہ بنایئے۔ کیونکہ پندرہویں صدی کے بعض روشن خیال اس کوشش میں ہیں کہ کہیں سے متفق علیہ مسئلے کے خلاف آواز اٹھے اور پھر ان پر خط تنسیخ پھیر دی جائے۔

وما علینا الا البلاغ۔

محقق ڈاکٹر محسن رضا
پاکستان سائنس فاؤنڈیشن

خوفناک انکشاف

خنزیر سے بنی ہوئی اشیاء کو مسلم ممالک میں پھیلانے کی سازش!

متحدہ عرب امارات کی حکومت نے پروفیسر امجد صفر بیروت کا ایک مقالہ شائع کیا ہے جس میں بڑی تحقیق کے بعد یورپ اور امریکہ کی ان چیزوں کی فہرست دی گئی ہے جن میں خنزیر کے جسم کا کوئی نہ کوئی جزو شامل کیا جاتا ہے ان اشیاء میں کریم کے علاوہ کھانے کی چیزیں مثلاً چاکلیٹ، بسکٹ، پنیر، ڈبل روٹی اور مشروبات بھی شامل ہیں مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے کہ اس سلسلے میں حسب ذیل الفاظ کو واضح طور پہ نوٹ کریں اور جن چیزوں پہ بھی یہ لکھے ہوں سمجھ لیں کہ اس میں خنزیر کی چربی اور گوشت وغیرہ شامل ہیں یہ چیزیں ہرگز استعمال نہ کریں۔ اور جسے استعمال کرتا پائیں اس کے علم میں لائیں کہ یہ حرام ہے جس دکاندار کے پاس دیکھیں اس سے بھی اپیل کریں اور یہ بتائیں کہ یہ چیزیں ہمارے دین میں حرام ہیں۔

پگ، ہاگ اور سوائن (Swine hog Pig) خنزیر کو کہتے ہیں۔ پورک (PORE) سپورکل (SPORKLE) ہیم (HAM) بیکن (BECON) اور نکین پورکر (PORKER) گوشت خنزیر کے ہی نام ہیں۔ لارڈ (LARD) خنزیر کی چربی کو کہتے ہیں۔ جیلو جیلیٹن یا جیلوٹ (GELLO GELATIN) ایک سیال ہے جس میں جزو خنزیر کی کھال، کھروں کو شامل کیا جاتا ہے۔ پیپسین (PEPSIN) ایک دوا ہے جس میں خنزیر کا خون شامل ہے۔ ایل شارٹننگ یا اینیمل شارٹننگ (L. SHORTENING ANIMAL) ایک تیل جس میں عام طور پر کھانا پکایا جاتا ہے اس میں زیادہ تر خنزیر کی چربی ہوتی ہے جن کا جھٹکا کر کے گوشت بنایا جاتا ہے۔

اشیائے خوردنی کی فہرست میں یہ اجزاء شامل ہیں۔

(۱) پرنس چاکلیٹ (PRINCE CHOCOLATE) (۲) کرافٹ چیز (KRAFT CHEESE)

(۳) ریمارک چیز (RAMARK CHEESE)

ان دونوں کمپنیوں کے بنے ہوئے پنیر خنزیر کے دودھ پیتے بچے کے معدے سے بنائے جاتے ہیں۔

(۴) یورپ اور امریکہ میں بنے ہوئے زیادہ تر بسکٹ، پیسٹریاں اور روٹیاں خنزیر کی چربی سے تیار کی جاتی ہیں۔

(۵) پیپسی کولا مشروب میں پیپسن ملائی جاتی ہے۔

حسب ذیل استعمال کی چیزوں میں لارڈ یعنی خنزیر کی چربی شامل کی جاتی ہے۔

LUX, CAPRY, SOAP, AVERY SOAP, SOAP LATA, SAIF GUARD, ZILT BRYLCREAM

بالوں کی کریم یہ تمام چیزیں کولگیٹ (COLGATE) اور پام لیف کمپنیوں کی بنی ہوتی ہیں اسی طرح کولگیٹ اور (FOOD BORDAN) کے بنے ہوئے ٹوتھ پیسٹ میں بھی خنزیر کی چربی ہوتی ہے۔

سائنسی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ سوائے خنزیر کی چربی کے دیگر ہر جانور کی چربی انسانی جسم پر پگھل جاتی ہے چنانچہ خنزیر کی چربی نسوانی لپ اسٹک میں ملائی جاتی ہے۔

کاسمیٹک کے سامان میں خنزیر کی چربی کے علاوہ استقاط حمل کے ذریعے ضائع کئے جانے والے بچوں کی ہڈیوں سے حاصل شدہ ایک کیمیائی مرکب استعمال کیا جاتا ہے اس کا انکشاف فرانس کی ایک مشہور کاسمیٹک کی کمپنی کی گاڑی کی تلاشی کے دوران ہوا۔ جن میں مردہ بچوں کے اجسام پائے گئے اور بعد میں پتہ چلا کہ ان کو مختلف قسم کی کریموں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا اشیاء کا استعمال نہ صرف شرعی لحاظ سے حرام ہے بلکہ تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مغربی معاشرہ سینکڑوں بیماریوں کا شکار خنزیر سے متعلق اشیاء کے استعمال سے ہوتا ہے مثلاً جلد کی بیماریاں، خارش، الرجی، جلد کا وقت سے پہلے لٹک جانا وغیرہ، خنزیر کی چربی سے تیار کی ہوئی (COSMETICS) کے استعمال سے ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں مندرجہ بالا اشیاء اور نیچے دی گئی فہرست میں شامل اشیاء کی کمپنیوں کے مالکان یہودی ہیں اور وہ علی الاعلان اپنے منافع کا کچھ فیصد حصہ اسرائیل کے لیے وقف کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل (PRODUSCT) بنانے والی کمپنیوں کے مالکان اسرائیل کی کھلی امداد کرنے والے یہودی ہیں۔ کوکا کولا، فانٹا، مرنڈا، سپرائیٹ، سیون اپ، بل اپ، ٹیم اور اس طرح کی دوسری مشروبات، (LEVER BROTHER) کی تیار کردہ تمام مصنوعات جن میں لائف بوائے، ڈالڈا، کلوزاپ، ٹوتھ پیسٹ شامل ہیں۔ باٹا شوز (CASMETICS) کاسمیٹکس کا سامان جو کہ میڈورا، سوئس مس، میکس فیکٹر، ایولان، ایڈمرل، نیویا (NEVEA) کی کمپنیاں تیار کرتی ہیں۔ ادویات تیار کرنے والی کمپنیاں، PARK DAVIS، CIBA GEIGY، ROCHE اور WRANGLER LILY کپڑے تیار کرنے والی کمپنی REMECK کی چیزیں۔ (۱) SPENSERR (ST. MICHEL)

GENERAL ITAMZ, MC DONNEELS, BURGERS (۲) MARKS GARMAN FOODZ STUFFS

SANINSBURRY, FOOD STUFFS آزمائش مذکورہ بالا کمپنیوں کی تمام مصنوعات خریدنا اسرائیل کی امداد اور اس کے جرائم میں شرکت کے مترادف ہے۔ اسرائیل کے قیام کا مقصد ہی اسلام کو نیست و نابود کرنا ہے اس لیے اسرائیل کی مدد اور دوستی اسلام و قرآن سے دشمنی کے مساوی ہے —— برادران اسلام آپ خود ہی فیصلہ کیجئے مندرجہ بالا اشیاء کا استعمال آپ کے لیے شرعی، جسمانی اور عقلی لحاظ سے فائدہ مند ہے یا نقصان۔

جناب احسان اللہ فاروقی قطر

جہاں آرتھوڈکس صلیبی تعصب وحشیانہ مظالم کے ساتھ مسلم بستیوں پر حملہ آور ہے۔

۵۶ اسلامی ممالک کی موجودگی میں بوسنیا اپنی بقا کی جنگ تنہا لڑے گا

یورپ کی نوآزاد مسلم ریاست بوسنیا کے مسلمانوں پر قیامت صغریٰ برپا ہے۔ جس صورت حال سے بوسنیا کے مسلمان دوچار ہیں، ایسی صورت حال دنیا میں کہیں بھی درپیش نہیں گولہ بارود، بم، بھوک پیاس اور آرتھوڈکس صلیبی فوج ہی موت کا سایہ بن کر ان پر منڈلا رہے ہیں۔ بوسنیا کا دارالحکومت سراجیوا اور دوسرے قصبے کھنڈرات میں بدلتے چلے جا رہے تھے۔ اور اس ظلم کا ہاتھ روکنے والا کوئی نہیں۔

بوسنیا سابقہ یوگوسلاویہ سے آزادی حاصل کرنے والی ایک مسلم ریاست ہے سابقہ یوگوسلاویہ چھ ریاستوں پر مشتمل تھا۔ (۱) مقدونیہ (۲) سربیا (۳) بوسنیا (۴) سلوانیا (۵) کروشیا (۶) مونٹی نیگرو۔

یوگوسلاویہ روس کے زیر اثر کمیونسٹ ملک تھا۔ اس میں سرب نسل کی آبادی تقریباً ایک کروڑ بنتی ہے اور یہ لوگ آرتھوڈکس صلیبی ہیں، مسلمانوں سے دشمنی اور تعصب ان کے اندر اپنی انتہا پر ہے اور یہ لوگ سربیا کے علاوہ دیگر ریاستوں میں بھی بکھرے ہوتے ہیں یہ لوگ کیتھولک عیسائیوں کے ساتھ بھی تعصب اور دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

کمیونسٹ دورِ حکومت میں یوگوسلاویہ میں بسنے والے مسلمانوں پر زندگی اجیرن کر دی گئی، مساجد اور مدرسوں کو شراب خانوں میں بدل دیا گیا بوسنیا ایک مسلم اکثریتی ریاست ہے اور اس کی کل آبادی ۴۵ لاکھ ہے۔ جہاں مسلمان ۴۴ فیصد کے قریب ہیں جبکہ سرب ۳۰ فیصد اور کروٹ باشندے ۱۶ فیصد ہیں۔ یہاں بھی مسلمانوں کو کسی قسم کی مذہبی آزادی نہ تھی اور کمیونزم پورے جبر کے ساتھ نافذ تھا۔ ان گنت مسلمانوں کو جیلوں میں بند کر دیا گیا تھا اور بے شمار کو شہید کیا گیا۔ بوسنیا کے موجودہ صدر علی جاہ عزت بیگ بھی انہیں لوگوں میں شامل تھے جنہیں زنداں میں بند کیا گیا تھا یہ جبر کا نظام تھا جونہی سوویت یونین کی گرفت ڈھیلی ہوئی۔ ہلکی سی آزادی ملی، بوسنیا کے مسلمانوں نے کمیونزم سے مکمل بغاوت کر دی۔ صرف بوسنیا ہی نہیں باقی ریاستوں نے بھی یوگوسلاویہ کی غلامی کا طوق

اپنے گلے سے اتار پھینکا۔ کروشیا، سلونیا، اور مقدونیہ نے بھی آزادی کا اعلان کر دیا۔ یورپ، امریکہ اور دنیا کے دیگر ممالک نے کروشیا، سلوانیا اور بوسنیا کی آزادی کو تسلیم کر لیا اور انہیں اقوام متحدہ کی رکنیت بھی مل گئی۔ مقدونیہ نام کا علاقہ چونکہ یونان میں بھی شامل ہے اس لیے یورپی اور مغربی ممالک اسے علیحدہ ملک تسلیم کرنے سے ہچکچا رہے ہیں۔

صدر عزت بیگ بوسنیا کی یوگوسلاویہ سے مکمل آزادی کے خواہاں نہ تھے بلکہ وہ فیڈریشن اور کنفڈریشن کی باتیں کرتے تھے مگر سربیا جو یوگوسلاویہ کی سب سے بڑی ریاست ہے وہ دوسری نسلوں کو اپنے اپنے اکثریتی علاقوں میں حق حکمرانی دینے کو تیار نہ تھی۔ سربیا کے سربراہ سولوبوڈان مائیلوسیوک اس پر قطعاً تیار نہ تھے کہ مقدونیہ پر مقدونی، بوسنیا پر مسلمان، کروشیا پر کروٹ وغیرہ حکمرانی کریں۔ وہ ہر ریاست پر سرب باشندوں کو حکمران دیکھنا چاہتے تھے۔ اسی صورت حال نے کروشیا، سلوانیا اور بوسنیا کے عوام کو آزادی کی راہ دکھائی۔ تین ماہ قبل بوسنیا میں آزادی کے سوال پر ریفرنڈم ہوا۔ ریفرنڈم میں ۶۲٪ فیصد لوگوں نے حصّہ لیا ان میں سے ۹۹.۶۳ فیصد نے آزادی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ ریفرنڈم کے دوران میں سرب عیسائیوں نے کھلی غنڈہ گردی کی جبکہ کروٹ نسل کے عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ آزادی کے حق میں ووٹ دیا۔

یوگوسلاویہ کی فوج سرب باشندوں پر مشتمل ہے۔ سرب حکمران مائیلوسیوک اسی فوجی طاقت کے بل بوتے پر آزادی کا اعلان کرنے والی ریاستوں پر چڑھ دوڑا۔ سب سے پہلے کروشیا پر جنگ تھوپی اور پھر بوسنیا کے خلاف کارروائی شروع کر دی۔ اس نے مسلم کش کارروائیاں اپریل کے اوائل میں شروع کیں۔ ان کارروائیوں میں بوسنیا کے سرب باشندوں کو استعمال کیا اور پھر سرب فوج پورے بوسنیا پر چڑھ دوڑی۔ بوسنیا کے مسلمانوں کے پاس کوئی فوجی قوت نہ تھی۔ وہ جدید اسلحہ سے بھی محروم تھے ان کے پاس صرف رضاکاروں کی ایک مختصر ملیشیا تھی جو نہ ہونے کے برابر تربیت یافتہ تھی۔ اس کے باوجود مسلم ملیشیا نے سرب فوجیوں کا دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ کروٹ ملیشیا کے رضاکار بھی ان کے ساتھ تھے۔ مگر جدید اسلحہ سے لیس ایک بڑی سرب فوج کا مقابلہ کرنا ان کے بس میں نہ تھا اور ایک کے بعد دوسرا قصبہ ان کے قبضے سے نکل کر سربیا کے قبضہ یا محاصرے میں جاتا رہا۔ مسلمان رضاکاروں کا مقابلہ صرف سربین ملیشیا کے ساتھ ہی نہ تھا بلکہ بوسنیا میں مقیم یوگوسلاویہ کی ایک لاکھ سے زیادہ فوج بھی سرب ملیشیا کی حامی تھی۔ جہاں بھی مسلم اور کروٹ ملیشیا نے سرب ملیشیا کو مشکل میں ڈالا، یوگوسلاویہ کی فوج فوراً سرب ملیشیا کی مدد کو پہنچی بلکہ سرب ملیشیا کو منظم کرنے والے اور اس میں شامل رضاکاروں کی اکثریت تو ہے ہی سابقہ یوگوسلاویہ کے فوجیوں پر مشتمل، پھر ان کے پاس ہر قسم کا جدید اسلحہ موجود ہے۔ سرب ملیشیا نے جس مسلم گاؤں، قصبے، شہر پر بھی قبضہ کیا وہاں وسیع پیمانے پر قتل و غارت گری کی۔ بچوں، بوڑھوں، خواتین کسی کو نہ بخشا گیا، ہسپتالوں پر بھی گولہ باری کی اور ہسپتال میں داخل مسلمان بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ مساجد کو گولہ باری کا خصوصی نشانہ بنایا، تاریخی عمارتیں

بھی ان سے محفوظ نہ رہیں۔ آرتھوڈکس صلیبی تعصب وحشیانہ مظالم کے ساتھ مسلم بستیوں پر حملہ آور ہوا۔

سربیا کا حکمران مائیلوسیوک بوسنیا کے دو تہائی علاقے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس علاقے پر وہ ایک خود مختار سربین ریاست بنانا چاہتا ہے جسے بعد میں وہ عظیم تر سربیا کا حصہ بنانا چاہتا ہے۔ دو تہائی سے زیادہ حصہ پر وہ اس وقت عملاً قبضہ جمائے بیٹھا ہے بوسنیا کے مسلمانوں کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ پچھلے ماہ بوسنیا کے صدر علی جاہ عزت بیگ جب سپین کے دورہ سے واپس وطن پہنچے تو سرب فوج نے انہیں گرفتار کر لیا۔ یہ تو اللہ کا کرم ہوا کہ مسلمان ملیشیا نے عین اسی وقت سرب فوج کے اہم افسروں اور ایک فوجی دستے کو محاصرے میں لے لیا۔ اس طرح مذاکرات کے نتیجے میں صدر کو رہائی ملی۔

قارئین کی معلومات کے لیے یہ بھی بتاتے جائیں کہ سابقہ یوگوسلاویہ کی جگہ جس نئے ملک کا اعلان کیا گیا ہے اس کا نام بھی وفاقی جمہوریہ یوگوسلاویہ ہی رکھا گیا ہے اور اس وفاقی جمہوریہ میں صرف سرب اکثریت رکھنے والی دو ریاستیں سربیا اور مونٹی نیگرو ہی شامل ہوئی ہے اور اس نئی مملکت کا دارالحکومت بلغراد ہی ہے۔ اب مائیلوسیوک کا منصوبہ ہے کہ وہ بوسنیا پر قبضہ کرنے کے بعد جعلی ریفرنڈم کروا کے اس کا الحاق یوگوسلاویہ سے کروا دے۔

بوسنیا کے مسلمانوں کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ جدید اسلحہ اور فوج سے بھی محروم ہے۔ ان کی پشت پر کوئی ایسا ملک نہیں جہاں وہ ہجرت کر کے جا سکیں۔ انہیں بوسنیا کے اندر ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرنا پڑ رہی ہے، ہجرت کر کے وہ جس علاقے میں بھی اکٹھے ہوتے ہیں سربین فوج وہاں پہنچ جاتی ہے۔ مسلمانوں کے مقابلے میں کروٹ باشندے کروشیا، جرمنی اور آسٹریلیا کی طرف ہجرت کر رہے ہیں۔ سرب باشندے سربیا یا پھر سرب فوج کے زیر قبضہ بوسنیا کے علاقوں میں چلے گئے ہیں۔

بوسنیا کے مسلمانوں پر یہ ظلم پچھلے اڑھائی تین ماہ سے جاری ہے اس کے باوجود عالم اسلام نے کسی قسم کی متوشہ آواز بلند نہ کی۔ بوسنیا کو بچانے کی کوئی منصوبہ بندی نہ کی۔ اس ظلم کے خلاف سب سے پہلے جرمنی، پھر یورپ اور امریکہ نے احتجاج کیا۔ عالم اسلام چاہتا تھا تو بوسنیا کی حفاظت کے لیے اپنی فوج وہاں بھیج سکتا تھا مسلمانوں کی اسی بے حسی پر بوسنیا کے صدر علی جاہ عزت بیگ نے کہا "کیا مسلمان ممالک کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ بوسنیا کی تباہی کا خاموشی سے نظارہ دیکھتے رہیں اور ایک آدھ بیان جاری کر دیں۔ بوسنیا پر سربیا کے حملہ کے بعد یورپی برادری اور امریکہ نے احتجاج کرتے ہوئے یوگوسلاویہ کے دارالحکومت بلغراد سے اپنے سفارتی عملے کو واپس بلا لیا مگر افسوس کہ مسلمان ممالک یہ بھی نہ کر سکے"۔

اس بیان کے بعد بھی مسلمانوں کی غیرت ملی کو جس طرح بیدار ہونا چاہیے تھا نہ ہوئی۔ ایک دو اسلامی ممالک نے احتجاج کیا اور ایران نے بلغراد سے اپنا سفیر واپس بلا لیا اور اعلان کیا کہ ایران بوسنیا کے مسلمانوں کی حالت زار پر

خاموش نہیں بیٹھے گا۔ (حکومتیں تو حکومتیں تھیں، پین اسلام ازم کی علمبردار اسلامی تحریکیں نے بھی کہیں کوئی مظاہرے نہ کیے، یہ صورت حال دیکھ کر سیکولر عناصر کا یہ الزام سچ معلوم ہونے لگتا ہے کہ ہماری اسلامی تحریکیں بھی صرف ان لوگوں کے حق میں آواز بلند کرتی ہیں جن سے ان کا مالی مفاد وابستہ ہو۔ شلاً عراق کے حق میں پوری دنیا میں مظاہرے کرواتے مگر بوسنیا، برما اور کشمیر کے معاملے میں خاموش رہیں۔ بس زیادہ سے زیادہ یہ کہا کہ استنبول میں ایک اجلاس میں قرار دادیں پاس کروا کے یہ سمجھ لیا کہ انہوں نے اپنا ملی فرض پورا کر لیا ہے۔)

بہرحال مسلمانوں کے اندر یہ بےحسی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یورپ اور امریکہ کے احتجاج کے بعد مسلمانوں کے وزرائے خارجہ کا ایک ہنگامی اجلاس استنبول میں ہوا۔ استنبول میں ہی اس سے قبل اسلامی تحریکیں دانشوروں کا بھی اجلاس ہو چکا تھا۔ وزرائے خارجہ نے اجلاس میں تشویش کے اظہار کے ساتھ احتجاج تو کیا گیا مگر بوسنیا کی آزادی کو کیسے محفوظ کیا جائے، سربیا کو بوسنیا کو کیسے باہر نکالا جائے، اس بارے میں نہ کوئی بات ہوئی اور نہ کوئی لائحہ عمل بنایا۔ سلامتی کونسل نے یوگوسلاویہ پر اقتصادی پابندیاں عائد کر دی تھیں مگر ان اقتصادی پابندیوں کے مائیلوسیوک پر کوئی اثرات نہیں پڑے، اس کے مظالم اور جارحیت جوں کی توں جاری ہیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ سلامتی کونسل اقتصادی پابندیوں کے ساتھ ہی یہ اعلان بھی کرتی کہ اگر سربیا نے فلاں تاریخ تک بوسنیا خالی نہ کیا تو فوجی طاقت کے استعمال کے ذریعہ بوسنیا خالی کرایا جائے گا بالکل ویسے ہی جیسے عراق سے کویت خالی کرایا تھا۔ چونکہ امریکہ بہادر کی یہ مرضی نہ تھی اس لیے سلامتی کونسل نے ایسا نہ کیا۔ اسلامی کانفرنس نے بھی وہ نہ کیا جو اسے کرنا چاہیئے تھا۔

برطانیہ کے اخبار "لندن ٹائمز" نے اس صورت حال پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا "بین الاقوامی برادری نے اب تک جو اقدامات کیے ہیں وہ صرف سطحی اقدامات ہیں"

امریکہ نے اگرچہ بلغراد سے اپنے سفیر کو واپس بلا لیا، اس کے جہازوں کو امریکہ میں اترنے سے روک دیا اور نیویارک اور سان فرانسسکو میں اس کے سفارت خانے بند کر دیئے۔ اس کے علاوہ اس نے سربیا کو یوگوسلاویہ کی جگہ ماننے سے انکار کر دیا۔ یورپی برادری نے بھی سفیروں کو بلغراد سے واپس بلا لیا ہے۔ لیکن مائیلوسیوک کو راہ راست پر لانے کے لیے یہ اقدامات کافی نہیں ہیں۔ وہ صرف گولی کی بات سمجھتا ہے اور اسے یہ بات سمجھانے کے لیے بین الاقوام برادری کو سربیا پر ویسی ہی بمباری کرنا ہوگی جیسی عراق پہ کی گئی تھی۔ یہ بمباری امریکہ کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتی امریکہ کا اب کہنا ہے کہ وہ دنیا میں پولیس مین کا کردار ادا نہیں کرے گا۔

بوسنیا کا دارالحکومت سراجیو سربیا کے محاصرے میں ہے اور شہر کا ۳/۴ حصہ جس میں مسلمان اکثریت میں ہیں زبردست گولہ باری اور بمباری کی زد میں ہے۔

جنگ بندی کے جتنے بھی معاہدے ہوئے ہیں، چند گھنٹوں سے زیادہ ان پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ محصور مسلمان پانی اور خوراک کو ترس رہے ہیں اور اقوام متحدہ کا امن مشن بھی ان کی کسی قسم کی مدد کرنے سے قاصر ہے۔ سربیا کے فوجی دستوں نے سراجیوا ایئرپورٹ کھولنے کی اجازت نہیں دی، خوراک کا سامان لے کر جو قافلہ سراجیوو گیا اسے بھی روک لیا گیا۔ محصور باشندوں کے لیے فضا سے سامان گرانا بھی ناممکن ہے ایسا دکھائی دے رہا ہے کہ سراجیوو میں محصور مسلمان بھوک اور پانی کے ہاتھوں مر جائیں گے۔ نیوز ویک کا نمائندہ لکھتا ہے:۔

"اقوام متحدہ نے گیارہ سو افراد کی جو امن فوج متعین کرنے کا منصوبہ بنایا تھا امریکی فوجی جنرل وائس چیئرمین آف دی جائنٹ چیف آف سٹاف نے اسے خطرناک حد تک ناکافی قرار دیا اور کہا کہ اگر سربیا کے فوجیوں نے طیارہ شکن گنوں سے فائر کیا تو وہ امدادی طیاروں کی حفاظت نہیں کر سکیں گے۔ یہ فوجی ایئرپورٹ کے گرد چار ہزار فٹ اونچی پہاڑیوں پر مورچہ زن ہیں۔ اگر امریکی طیاروں کے ذریعہ امداد گرائی جاتی ہے تو پھر ان کی حفاظت کے لیے وہاں امریکی فوج بھی متعین ہونی چاہیئے۔"

نیوز ویک کا نمائندہ مزید لکھتا ہے:

"کوئی فرد کسی قسم کے سراجیوو سٹارم کی تجویز نہیں دے رہا۔ یوگوسلاویہ خلیج فارس نہیں ہے یہاں تیل کے ذخائر بھی نہیں ہیں جن کی حفاظت مطلوب ہو۔ یورپی برادری میں فوجی ایکشن کے لیے بھی کوئی اتفاق رائے نہیں۔ بین الاقوامی طاقت سراجیوو کے بھوک سے مرنے والوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔"

انسانی ہمدردی کے مشن کے بارے میں اس کا کہنا ہے:۔

"سربین صدر کے نزدیک انسانی ہمدردی کے نام پر مدد کرنے کا مشن کم خطرناک نہیں ہوگا کیونکہ سربین صدر مسلمانوں کو معصوم شہری نہیں سمجھتا۔"

ایک امریکی فوجی افسر کے حوالے سے نمائندہ لکھتا ہے:۔

"اگر ہم انہیں (محصور مسلمانوں) خوراک پہنچانے جائیں تو ہمارا یہ کام سربیا کی جنگی حکمت عملی کے خلاف ہوگا کیونکہ ملاسیلوسیوک حقیقتاً مسلمانوں کو بھوک سے مارنا چاہتا ہے۔ وہ امداد پہنچانے کا کام بغیر لڑائی کے نہیں کرنے دے گا۔"

سربیا کے مظالم کا تذکرہ کرتے ہوئے نجاز رستمورک نامی ایک ۳۹ سالہ مسلمان انجینئر نے بتایا "فوجیوں نے ہر گھر کی تلاشی لی اور جہاں مکین اس وقت اپنے مکانوں میں رہ رہے تھے، ان کو گھروں سے باہر نکال کر تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔ کروشیا میں سربیا کے نیم فوجی دستے دریائے ڈینیوب کے کنارے بسے ہوئے کروشیائی مسلمانوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر دربدر کر رہے ہیں۔"

اقوام متحدہ کے ہائی کمیشن برائے مہاجرین کی ایک رکن خاتون سلوانا کا کہنا ہے "اب ہم سن رہے ہیں کہ

گھر والوں کے سامنے والد اور بیٹوں کو بلا وجہ اور بلا امتیاز قتل کیا جا رہا ہے"۔

بوسنیا کے وزیر خارجہ حارث سلاوزک کا کہنا ہے۔ "بوسنیا کے مسلمانوں کو نیست و نابود کیا جا رہا ہے اور ساری دنیا خاموش ہے بوسنیا کی مسلمان خواتین اپنے مردہ بچوں کو گود میں لیے چیخ چیخ کر کہہ رہی ہیں۔ ہم معصوم ہیں، لیکن پھر بھی ہمارا قتل عام جاری ہے"۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق بوسنیا کے چالیس ہزار سے زیادہ مسلمان شہید اور دس تا بارہ لاکھ در بدر پناہ کی تلاش میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

ملاسیوچ حکومت کی ان ظالمانہ کارروائیوں کے خلاف بلغراد کے شہری بھی چیخ اٹھے اور ان حکومتی پالیسیوں کے خلاف ۵۰ ہزار سے زیادہ افراد نے زبردست احتجاج کرتے ہوئے خانہ جنگی کے خاتمے کا مطالبہ کیا۔

بوسنیا کے مسئلہ پر بین الاقوامی برادری جس حکمت عملی پر عمل پیرا ہے اسے دیکھتے ہوئے بوسنیا کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کتنے دن، ہفتے یا مہینے آزادی کا سانس لے سکتا ہے، بوسنیا کے صدر نے حالات سے مجبور ہو کر بوسنیا کے مسلمانوں سے آخری سانس تک لڑنے کی اپیل کی ہے اور حالت جنگ کا اعلان کیا ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ۵۶ اسلامی ممالک مل کر بھی ایک بوسنیا کو سربیا کے جارحانہ پنجے سے نہیں بچا سکیں گے فلسطین، کشمیر، قبرص، برما کے بعد ایک اور مسئلہ بوسنیا بھی عالم اسلام کے لیے دردِ سر بن جائے گا۔ کاش عالم اسلام ایسے مسائل سے نپٹنے کے لیے کوئی مستقل منصوبہ بندی کرے۔ وسائل بھی ہیں اور افرادی قوت بھی، پھر بھی لاچار و بے بس۔

بوسنیا کا انجام کیا ہوگا، اس کا بھی جلد ہی معلوم ہو جائے گا لیکن ایک بات طے ہے اور یورپ بھی جانتا ہے کہ اگر بوسنیا آزاد نہ رہ سکا تو بوسنیا سے اٹھنے والی جہاد کی چنگاری پورے یورپ کے لیے دردِ سر بن جائے گی۔

وفیات (ادارہ)

مولانا عبدالستار توحیدی، مولانا سجاد بخاری اور مولانا قاری عبدالرشید کا سانحہ ارتحال

حضرت مولانا عبدالستار توحیدی بھی اگست کے اوائل میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون) مرحوم بزرگ عالم دین، قرآن وسنت کے مبلغ، جمعیۃ علماء اسلام کے مخلص نڈر اور بے باک رہنما، توحید کے علمبردار تھے، دارالعلوم حقانیہ اس کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ سے ان کے گہرے مراسم تھے تحریک نفاذ شریعت اور شریعت بل کی منظوری کی جدوجہد میں وہ بھی مولانا سمیع الحق کے ساتھ تمام مراحل میں شانہ بشانہ رہے مرحوم کے قائم کردہ دینی مدارس، مساجد اور عالم فاضل اولاد اور دینی خدمات ایک عظیم صدقہ جاریہ ہیں ادارہ مرحوم کی اولاد پسماندگان اور متوسلین کے ساتھ غم واندوہ میں برابر کا شریک ہے باری تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ مرحمت فرمائے۔

دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کے مدرس اور ماہنامہ تعلیم القرآن کے مدیر جناب سجاد احمد بخاری بھی اگست میں اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی جانب رحلت فرما گئے ہیں، مرحوم شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے تلمیذ خاص ان کے علمی افادات کے مرتب اور ادبی علمی ذوق رکھنے والے عالم دین تھے ماہنامہ تعلیم القرآن کے ادارتی کالم ان ہی کے ہوا کرتے تھے حکمرانوں کی کجرویوں، معاشرہ کی کمزوریوں اور ملت کی اجتماعی اور انفرادی خرابیوں پر ان کی مضبوط گرفت ہوا کرتی تھی ان کے سانحہ ارتحال سے جو خلا پیدا ہوا ہے بظاہر اسباب اس کی تلافی جلد ممکن نظر نہیں آتی ہماری دلی دعا ہے باری تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور دینی خدمات کے صدقے کروڑوں رحمتوں سے نوازے۔

جامعہ مدنیہ لاہور کے مدرس اتنی حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب کا سانحہ ارتحال بھی علمی و دینی اور تدریسی حلقوں کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ مرحوم ایک جید عالم دین، کامیاب مدرس اور اصول وجزئیات سمیت حالات حاضرہ کے تقاضوں پر گہری نظر رکھنے والے مفتی تھے اکابر علماء دیوبند کے مسلک پر کاربند، اور ان کے مسلکی روح کے امین تھے۔ ادارہ مرحوم کے پسماندگان، تلامذہ، متوسلین کے ساتھ غم میں برابر کا شریک ہے باری تعالےٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ اپنی رحمتوں اور مغفرت سے نوازے۔ آمین
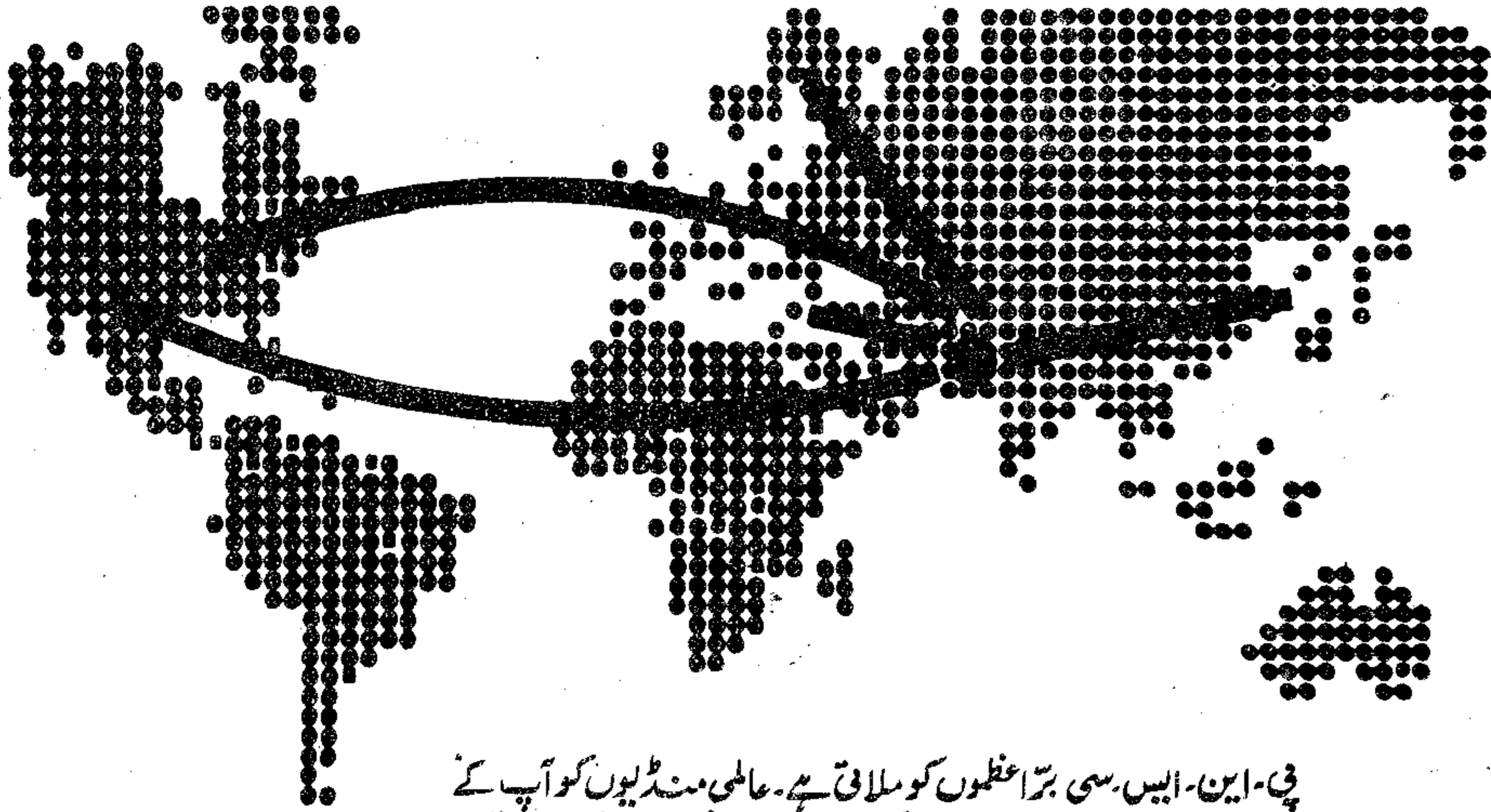
قارئین بنام مدیر

افکار و تاثرات

گستاخ رسول کیلئے سزا / مولانا محمد صادق مغل راولپنڈی

گناہوں کا بوجھ / محمد معین الدین احمد کراچی

اجتہاد کا حق / مولانا سید تصدق بخاری

گستاخِ رسول کے لیے سزا کا تعین

گذشتہ دنوں پارلیمنٹ نے یہ تجویز منظور کی ہے کہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قانوناً موت کی سزا مقرر ہونی چاہیئے۔ ایسے قانون میں درج ذیل ترمیمات کے مطالبہ کی ضرورت ہے۔

۱۔ ایسے جرم کا مرتکب قرار پانے کے لیے قانون میں مکمل وضاحت ضروری ہے۔

۲۔ ایسا قانون پاکستان کے غیر مسلموں کے لیے تو یوں کفایت کر سکتا ہے کہ کوئی صاحب ہوش و حواس غیر مسلم شہری ایسے جرم کا مرتکب قرار پائے تو وہ قانون کی گرفت میں آسکے مگر پاکستان کے مسلمانوں کے لیے اس میں مزید جامعیت کی ضرورت ہے۔

۳۔ گو ایک مسلمان سے ایسے جرم کا ارتکاب کا امکان، امکان بعید ہے تاہم بطور رستہ باب مسلمانوں کے لیے ایسے قانون قانون میں جامعیت چاہیئے مثلاً یوں ہو کہ پاکستان کا کوئی بھی عاقل بالغ مسلمان شخص اختیاری طور پر، اگر ضروریاتِ دین میں سے کسی مسلمہ اہم امر مثلاً توحید و رسالت قرآن مجید ختم نبوت اور آخرت کا منکر، یا خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین کا مرتکب قرار پا کر مشرک یا کافر یا زندیق قرار پائے تو اسے ایسے جرم میں قانوناً بطور مرتد، موت کی سزا مقرر ہونی چاہیئے۔

۴۔ مذکورہ قانون میں انتہائی احتیاط اور مکمل تحفظ بھی لازمی ہے، اس لیے کہ پاکستان میں مسلمان کہلانے والے کئی فرقے ہیں ان کے نظریات میں اختلاف بلکہ مخالفت بھی ہے، عین ممکن ہے کہ کسی فرقہ کا کوئی فرد اپنے مخصوص معیار کی رو سے دوسرے فرقہ کو ایسا الزام دے کر مذکورہ قانون کا سہارا لینے اور فرقہ واریت کو مزید ہوا دینے کی کوشش کرے للذا اس میں احتیاط و تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ اگر مذکورہ الزام لگانے والا مدعی، وہ جرم ثابت کرنے میں ناکام رہے تو

اس کے لیے بھی قانوناً وہی سزا مقرر ہونی چاہیے۔ تاکہ شانِ توحید و رسالت اور تحفظ وحدتِ امت محفوظ رہیں۔

مولانا محمد صادق مغل ، ناظم مجلس منتظمہ اشاعتِ فتاویٰ عالمگیری راولپنڈی پاکستان

گناہوں کا یہ بوجھ کون اٹھائے گا

مولانا کوثر نیازی صاحب کا ایک مضمون روزنامہ جنگ کراچی میں ۱۴- ۱۶- ۱۷ جولائی "دیارِ حبیب کی حاضری" کے عنوان شائع ہوا ہے موصوف حکومتِ پاکستان کے حج وفد کے ارکان میں سے تھے انہوں نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے ان میں سے چند باتیں یہاں لکھ رہا ہوں :-

۱۔ پاکستان ہاؤس بیت اللہ شریف سے کچھ زیادہ دور نہیں ہے حرم کی اذان اور امام صاحب کی قرأت یہاں صاف سنائی دیتی ہے سو فجر کی اذان کے ساتھ بیدار ہو گیا اور اپنے ہی کمرہ میں امام حرم کی قرأت سن سن کر ان ہی کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ حالانکہ کسی بھی فقہ میں اس طرح نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس طرح تو نماز ہوتی ہی نہیں ہے۔ المعین ٹرسٹ کی کتاب "مسائل و معلومات حج و عمرہ" میں اس کا تفصیل سے بیان ہے اس لیے کہ بعض ناواقف لوگ میدانِ عرفات میں اپنے خیمہ میں مسجد نمرہ کے امام کی قرأت سن سن کر ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھے گئے ہیں۔ اخبار میں مولانا کا اس طرح نماز پڑھنے کے مطالعہ کے بعد عوام بھی حرمین شریفین میں اپنے کمروں میں اور عرفات میں اپنے اپنے خیموں میں امام صاحب کی قرأت سن سن کر ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا شروع کر دیں گے یہی نہیں بلکہ پاکستان میں مسجد جانے کے بجائے، مسجد کے امام کی قرأت سن سن کر ان کی اقتدا میں اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کا سلسلہ شروع ہو جائیگا۔

۲۔ طواف زیارت کے بعد مدینہ منورہ روانگی کا ذکر ہے لیکن اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ طواف وداع بھی کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی نہیں کیا ، غالباً اس لیے کہ شروع مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ "عرب مسلمان خاصے لبرل ہیں صرف وقوف عرفات کو حج قرار دیتے ہیں اور بس ، مولانا کو غالباً یہ نہیں معلوم ہے کہ وقوف عرفات کو حج اس لیے قرار دیا جاتا ہے کہ یہ صرف ۹ ، ذی الحج ہی کو ادا ہو سکتا ہے ، ۹ ، ذی الحج گزر گئی تو حج کا وقت بھی گزر گیا۔ دوسرے ارکان تاخیر کے ساتھ ادا کیے جا سکتے ہیں لیکن اگر یہ تاخیر عذر شرعی کی وجہ سے نہ ہو تو جزا لازم ہوگی اور ساتھ ہی ساتھ گناہ بھی ہوگا۔ یہ معنی ہیں واجبات چھوڑ دینے کے۔ یہاں خیال رہے کہ حنفی ، شافعی ، حنبلی تینوں کے یہاں طواف وداع واجب ہے۔ اگر حکومت کے حج وفد کے ارکان اس طرح اپنے حج کی داستان بیان کریں گے تو عوام کے حج کرنے کا طریقہ کیا ہوگا۔ اگلے سال حج کا ارادہ کرنے والے بہت سے لوگوں نے مولانا کی یہ باتیں اخبار میں پڑھی ہوں گی۔ حج کرنے کا طریقہ اور خاص کر گھر بیٹھے باجماعت نماز پڑھنے کا آسان طریقہ بھی ذہن نشین کر لیا ہوگا یہ لوگ کس کی پیروی کریں گے جو اس طرح گمراہ کرنے کا عذاب کس کے سر پہ ہوگا ؟ (محمد معین الدین احمد عفی عنہ ، صدر المعین ٹرسٹ)

اجتہاد کا حق کسے ہے ؟

قارئین کرام ۱۸ / جولائی ۱۹۹۲ء کی شب کو پاکستان ٹیلی ویژن پر بین الاقوامی سکالر عزت مآب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب سیرت نبویہ کا آغاز بیان کر رہے تھے کہ آخر میں ان سے یہ سوال کیا گیا کہ اجتہاد کرنے کا حق کس کو ہے ؟ آپ نے بلا کسی تامل کے یوں ارشاد فرمایا کہ ہر آدمی کو اجتہاد کرنے کا حق ہے اس سے مستغربین اور مغرب زدہ لوگوں کی بے جا حوصلہ افزائی ہوتی ہے جو دین متین کے لیے مضر ہے اس لیے میں اس کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں ۔ ڈاکٹر صاحب جہاں دیدہ اور عمر رسیدہ ہونے کے باوجود واللہ اعلم یہ بات خلاف واقع کیوں کہ گئے ہیں ۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے یہ بات ویسے ہی کی ہے جیسے کوئی یہ کہہ دے کہ ایم بی بی ایس سب ڈاکٹر ہیں اس لیے ہر ڈاکٹر کو آنکھوں اور دماغ وغیرہ کا اپریشن کرنے کا حق حاصل ہے ۔ ذرا غور فرمائیے اگر ایک جی ڈی ڈاکٹر اٹھ کر کسی چشم کے مریض کی آنکھ کا اپریشن کرے جو حشر اس مریض کی آنکھوں کا ہوگا وہی حشر دین اسلام کا اس وقت ہوگا جب ہر آدمی اجتہاد کرنا شروع کر دے ۔ اسی طرح بحری جہاز یا ریل کے ڈرائیور کو ہوائی جہاز اڑانے پر لگا دو تو جو حشر اس ہوائی جہاز کے مسافروں کا ہوگا وہی حشر دین اسلام کا اس وقت ہوگا جب ہر آدمی کو دین میں اجتہاد کرنے کا موقع فراہم کیا جائے ۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر عالم دین کو بھی اجتہاد کا حق حاصل نہیں کیونکہ مجتہد کا مقام بہت بلند ہے اسے تمام امور اسلامیہ پر کامل عبور ہوتا ہے اور قرآن و سنت کے ایک ایک مسائل و جز کا وہ ماہر کامل ہوتا ہے اور تمام علوم اسلامیہ اس کے ذہن میں مستحضر ہونے چاہئیں وغیرہ وغیرہ ۔ خوف خدا اور تقویٰ کا ہونا بھی لازمی ہے ۔

(سید تصدق بخاری گوجرانوالہ ، حال کراچی)

الحق کے مضامین اور تاثرات

ماہنامہ الحق کے شمارہ نو وس نے بے حد متاثر کیا ہے تازہ شمارہ میں "خواتین کی ذمہ داریاں" اور مولانا شہاب الدین ندوی کا "نکاح کے لیے مرد و عورت کا انتخاب" اپنی مثال آپ ہیں ۔ مومن کی عظمت جناب باوا صاحب کا مضمون ہے جس سے ایمان تازہ ہوا ، مولانا تصدق بخاری کا مضمون تو الحق کا امتیاز ہے جس میں سر سید صاحب کا حقیقی روپ دکھایا گیا ہے ۔ گذشتہ شمارے میں الحق کا جہاد افغانستان انڈکس دارالعلوم حقانیہ کی مرکزیت اور عظمت کی واضح دلیل ہیں ۔ خدا نظر بد سے بچائیں ، دونوں پرچوں میں اداراتی تحریریں روح قلب پر ثبت ہوئیں اور قافلہ جہاد کے عظیم رہنما مولانا عبدالحق رح والے مضمون میں حقانی صاحب نے تو چودہ طبق روشن کر دیئے ، یہ مضمون تمام رسائل میں چھپنا چاہیئے ۔ (محمد ہارون مجتبیٰ)

مولانا عبدالقیوم حقانی

خزائن السنن | افادات : شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ
صفحات حصہ اوّل ۲۵۰ ، حصہ دوم ۱۰۴ ، قیمت ۱۶۰ روپے
ناشر : مکتبہ صفدریہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ محدثین اور مصنفین کے اس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جن کی کسی کتاب پر تبصرے کی ضرورت نہیں ہوتی ان کی کتاب کے تعارف کے لیے اس کی اشاعت کا اعلان ہی کافی ہوتا ہے اور اس بات سے کتاب کے علمی معیار کا اندازہ لگا لیا جاتا ہے کہ وہ شیخ الحدیث حضرت صفدر مدظلہ کی کتاب ہے حضرت صفدر صاحب اہل سنت والجماعت کی تدریسی اور تصنیفی و تالیفی اور علمی زندگی کے لیے مایۂ افتخار ہیں اللہ تعالے نے انہیں قرآن و حدیث کے علوم و معارف کی بے بہا دولتوں سے نوازا ہے فرق باطلہ کے تعاقب، شرک و بدعت کے خلاف قلمی جہاد اور اکابر علماء دیوبند کی تاریخ، محدثین کرام کے شوق حدیث، غرض دین اسلام کی اشاعت و دفاع کے مختلف پہلوؤں پر جو کچھ لکھا وہ ہماری علمی و تہذیبی، سیاسی تاریخ اور علم حدیث و تفسیر اور اسلامی کتب خانہ کے لیے سرمایہ ناز ہے، ان کی تحقیقی اور شاہکار تصانیف کے بغیر تاریخ، سیاست، ادب، بحث و مناظرہ، قلمی جہاد، فرق باطلہ کا تعاقب، قرآن کی تفاسیر اور شروح حدیث کی کوئی فہرست مکمل نہیں ہوسکتی۔ حال ہی میں ان کے درس ترمذی کے افادات کا گراں قدر مجموعہ اور وقیع تالیف "خزائن السنن جلد اوّل" کے نام چھپ کر منظر عام پر آگئی ہے جبکہ اس سے قبل شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے حقائق السنن اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کی تقریر ترمذی بھی طلبہ اور اساتذہ کے لیے مفید اور انفع ثابت ہوئیں، حضرۃ شیخ صفدر کی خزائن السنن میں بیان مذاہب، مستدلات، ترجیح مسلک، اعتدال اور مستند حوالہ جات اور اجمال کے باوجود ضروری مباحث اور متعلقہ امور کا حیرت انگیز احتوا کیا گیا ہے جناب صاحبزادہ رشید الحق خان عابد نے جس محنت، عرقریزی اور جانکاہی سے ترتیب کا فریضہ انجام دیا ہے وہ ہر لحاظ سے لائق تبریک اور قابل تحسین ہے خدا کرے کہ وہ شیخ صفدر کی زندگی ہی میں اس عظیم کام کی تکمیل کرسکیں —— کاغذ عمدہ طباعت شاندار اور مضبوط جلد بندی نے کتاب کی افادیت کو مزید دو بالا

کر دیا ہے قیمت بھی معقول ہے۔

درسِ قرآن - جلد ۱۶، ۱۷، ۱۸،

افادات : حضرۃ العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ
مرتب : جناب محترم عثمان غنی صاحب۔

ناشر : دارالارشاد، مدنی روڈ، اٹک شہر پنجاب

مخدوم العلماء حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی کو اللہ پاک نے خدمت و اشاعت درسِ قرآن اور وحی الٰہی کے علوم و معارف کی خدمت کے لیے چن لیا ہے ان کی زندگی کے تمام مساعی قرآن حکیم کی خدمت درس اور اس کی اشاعت کے لیے وقف ہیں ان کے ساتھ اللہ کریم کی اجتبائی شان کریمی کا معاملہ یہ بھی ہے کہ ان کے تمام دروس قرآن اور علمی افادات بھی منضبط اور محفوظ ہو کر عمدہ زیور طباعت کے ساتھ منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔ پیش نظر درس قرآن، اس سلسلہ زرین کی سولھویں اور سترہویں اور اٹھارویں کڑی ہیں، باقی جلدوں پر کام جاری ہے، یہ سلسلہ درس ۲۸ جلدوں میں مکمل ہوگا خدا کرے ہماری دعا ہے کہ باری تعالیٰ بقیہ جلدیں بھی جلد مکمل کرکے حضرت کی زندگی ہی میں منظر عام پر آجاسکیں۔ ان دروس کا سب سے زیادہ فائدہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ گریجویٹ حضرات اور عام لکھے پڑھے حضرات حاصل کر رہے ہیں، بحمد اللہ ملک و بیرون ممالک اس کے باقاعدہ تعلیمی اور تدریسی حلقے بھی بن چکے ہیں، تبلیغ و درس قرآن کا شغف رکھنے والے علماء کرام کے لیے بھی ایک نادر علمی تحفہ ہے۔

ہمارے حلقہ قارئین میں یقین ہے کہ یہ درس قرآن تمام حضرات کی ذاتی لائبریریوں میں پہنچ چکا ہوگا تاہم جو حضرات ابھی تک اس سعادت سے محروم ہیں وہ بھی سبقت کریں اور اس عظیم قرآنی استفادہ سے خود کو مالامال کر دیں۔ قیمت واجبی اور معقول ہے۔

محسنِ انسانیت

یہ بھی حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ کا نادر، مختصر مگر جامع، علمی و تبلیغی اور اصلاحی شاہکار ہے، والدہ نہ ہوتی تو کائنات کا فرد بھی نہ ہوتا، قرآن و حدیث اور تعلیمات نبویہ کی روشنی میں، والدہ کا مقام، برکات، حقوق اور ان کے تقاضے کیا ہیں اسلامی اخلاقی اقدار میں ان کی کیا اہمیت ہے یہ رسالہ اس کی توضیح اور گویا دریا بہ کوزہ اندر ہے۔

پردہ

تالیف : الحاج ابراہیم یوسف باوا صفحات ۱۰۴ قیمت ۲۰ روپے

E.Y BAWA - 15 STRATTON ROAD

GLOUCESTER GL1. 4HD ENGLAND - PHONE (0452) 306623

"پردہ - مسلمان عورت کی عصمت و عفت کا قلعہ ہے" محترم حاجی ابراہیم یوسف باوا زنگی مدظلہٗ کی دینی اصلاحی کتب کی زنجیر کی ایک مضبوط کڑی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اصلاح کا جو جذبہ و ولولہ دیا ہے

وہ قابلِ رشک ہے۔ آپ حضرات علماء کرام کے نورِ نظر اور نہایت ہی قابلِ اعتماد بزرگ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ سے کئی طریقوں سے خدمت لی ہے جو ان کی کرامت کہی جاوے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا خصوصاً موجودہ دور میں جبکہ قرآن کی تعلیم سے بے التفاتی برتی جارہی ہے آپ کی ساتوں سات اولاد (جن میں پانچ بچیاں بھی ہیں) برطانیہ جیسے ایمان سوز ملک میں حافظ قرآن ہوئیں۔ اور دو صاحبزدگان ماشاء اللہ دینی حلقوں میں خوب مشہور و معروف ہیں۔ مولانا محمد اقبال سلمۂ کے مضامین "الحق" میں چھپنے شروع ہوگئے ہیں اور مولانا محمد بلال سلمۂ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہٗ کے آخری خلیفہ ہیں۔

اسی ایک خوبی سے آپ کی پردہ والی کتاب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اکابر علماء، مشائخ اور عامۃ المسلمین نے بے حد پسند کیا اور ایک دوست نے اس کا پشتو زبان میں ترجمہ بھی شروع کر دیا ہے امید ہے کہ یہ قیمتی کتاب انشاء اللہ تعالیٰ خوب معروف و مقبول ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کرے یہ کتاب ہر زبان میں شائع ہو اور ہر مسلمان کے گھر میں موجود ہو موجودہ دور میں اس کی سخت ضرورت تھی جو اللہ تعالیٰ نے محترم باوا صاحب سے پوری کروالی۔

جناب باوا صاحب نے لکھا ہے کہ اس کا کوئی حق محفوظ نہیں ہے جو بھی شخص اسے اعلیٰ معیار پر چھپوانا چاہے چھپوا سکتا ہے، البتہ آپ کی اجازت ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ باوا صاحب کی اس سعی کو قبول فرماوے اور مزید مفید کتابیں لکھنے اور شائع کرنے کی توفیق بخشے آمین

اسلام اور قوالی
تصنیف: حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب مدظلہٗ۔ صفحات قیمت
ناشر: المکتبۃ العلمیہ اوگی مانسہرہ

حضرت العلامہ مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب، جید عالم، فرق باطلہ پر نظر رکھنے والے، دینی درد سے سرشار صاحب قلم اور مخلص اہل علم ہیں۔ پیش نظر کتاب "اسلام اور قوالی" ان کے سلسلہ تصانیف میں سب سے نمایاں اور ممتاز کتاب ہے "مروجہ قوالی، سماع اور اس کی شرعی حیثیت، اس کا آغاز و انجام، قرآن و سنت کی روشنی میں اس کے مضرات و احکام اور قوالی کو جائز سمجھنے والوں کے دلائل کا بودا پن، ان کا ناقابل اعتبار استناد پھر اس موضوع سے متعلق اور مناسبت رکھنے والے متعلقہ تمام مباحث و امور پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

موصوف کو اللہ نے وسعت مطالعہ، تحقیق و تدقیق اور سیال قلم سے نوازا ہے۔ اس موضوع پر قلم اٹھایا تو ایک ضخیم کتاب لکھ ڈالی، برادرم حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب کا پیش لفظ اپنی جگہ شاندار اور جاندار تحفہ ہے ارباب ذوق اور اہل علم توقع سے زیادہ اس کی پذیرائی کریں گے۔ کاغذ عمدہ طباعت شاندار اور جلد مضبوط اور ڈائی دار ہے قیمت بھی واجبی ہے۔

فرمانِ رسول ﷺ..

حضرت علی ابنِ ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"جب میری اُمّت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی"۔
"دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا:

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔
- امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے۔
- زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔
- شوہر بیوی کا مُطیع ہو جائے۔
- بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔
- آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔
- مساجد میں شور مچایا جائے۔
- قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
- آدمی کی عزت اس کی بُرائی کے ڈر سے ہونے لگے۔
- نشہ آور اشیاء کھُلم کھُلا استعمال کی جائیں۔
- مرد ابریشم پہنیں۔
- آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے
- رقص و سرود کی محفلیں سجائی جائیں
- اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہیئے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سُرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحابِ سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی۔ باب علامات الساعۃ)

REGD. NO. P-90

محدث کبیر قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق بانی و موسس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے علمی و عملی کمالات اور سیرت و سوانح پر مشتمل عظیم تاریخی دستاویز

ماہنامہ الحق کا شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نمبر

ایک عہد ایک تحریک اور ایک تاریخ

اس نمبر کے لکھنے والوں میں اکابر علماء دیوبند، اساتذہ علم و مشائخ کبار، معروف دینی مجلوں کے مدیر، ہفت روزوں اور اخبارات کے ایڈیٹر اور صحافی ملک و بیرون ملک کے عظیم سکالرز، محقق و مصنفین و شیوخ حدیث، متعدد مورخین و ادباء، افغان عبوری حکومت کے سربراہ سمیت افغان جہاد کے تمام قائدین محاذ جنگ کے متعدد جرنیل، سابق اور موجودہ حکمرانوں کے اعتراف عظمت پر مبنی تقریریں اور تحریریں سیاستدانوں کا خراج عقیدت اور متعدد زعماء کے مفصل بیانات — غرض اپنے موضوع اور جامعیت کے اعتبار سے ایک مثالی شاہکار تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل، بہت جلد ہی منظر عام پر آرہا ہے۔ انشاءاللہ بہترین کتابت، عمدہ طباعت، مضبوط ڈائی دار سنہری جلدیں ماہنامہ "الحق" کے مستقل قارئین اور نئے بننے والے خریداروں کے لیے ۳۲ ٪ فی صد کی خصوصی رعایت۔

اصل قیمت ۲۵۰ روپے خصوصی رعایت ۱۷۰ روپے

وی پی نہیں کیا جائے گا۔ پیشگی رقم بھیجنے والوں کو رجسٹرڈ پارسل کے ذریعہ بھیجا جائے گا۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ